

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

چوتھا اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 5 نومبر 2018ء برداز سوموار بہ طابق 26 صفر المظفر 1440 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	وقفہ سوالات۔	05
3	تجدد لاء نؤں۔	13
4	رخصت کی درخواستیں۔	40
5	خواتین caucus کے قیام سے متعلق تحریک من جانب: محترمہ بشری رند، رکن اسمبلی۔	41
6	گورنر بلوچستان کا حکم نامہ۔	48

ابوان کے عہدیدار

اسپیکر----- میر عبدالقدوس بزنجو

ڈپٹی اسپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ابوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی----- جناب شمس الدین

ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر----- جناب مقبول احمد شاہ وانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 5 نومبر 2018ء بروز سموار بہ طابق 26 صفر المظفر 1440 ہجری، بوقت سہ پہر 3 بجکر 35 منٹ پر زیر صدارت سردار بار خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونسل میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر:

السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

إِنَّ الْمُنْفَقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا لَا إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا

وَأَصْلَحُوا وَأَعْتَصُمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوْا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ط وَسُوفَ

يُوْتَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا لَا مَا يَعْمَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ

شَكَرْتُمْ وَأَمْنَتُمْ ط وَكَانَ اللَّهُ شَاكِرًا عَلِيهِما لَا

﴿ پارہ نمبر ۵ سورۃ النساء آیات نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۷ ﴾

ترجمہ: بیک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز نہ پاوے گا ٹوان کے واسطے کوئی مددگار۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط کپڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دیگا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب۔ کیا کر دیگا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم حق کو مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جانتے والا۔ وَمَا عَلِمْنَا إِلَّا أَبْلَاغُ

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! گزارش یہ ہے کہ 28 ستمبر کو میں نے تیرہ سوالات جمع کرائے تھے۔ آج آپ دیکھیں ان کو لکنا عرصہ ہو گیا۔ لیکن تیرہ میں سے صرف ایک سوال کا جواب آیا تھا۔ بارہ سوالوں کے جوابات شاید ابھی تک سیکرٹریٹ میں بھی نہیں آئے۔ یہ question hour کی اہمیت اسمبلی کی تمام کارروائی سے سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیئے کہ اس میں ہی ہم تمام محکموں کو اور انکی کارکردگی کو چیک کرتے ہیں۔ اور سوالات فوراؤ فرم پر آتے ہیں۔ اور اس فورم پر پھر وہ discuss ہوتے ہیں کہ بھی کیا ہوا ہے کیا نہیں ہوا۔ لیکن چالیس دن گزرنے کے بعد محکمہ جات نے یہ دلچسپی کوئی نہیں لی آپ سیکرٹریٹ کو وہ جمع نہیں کرائے گئے ہیں۔ تو اس طرح اگر اس اسمبلی کو ہم مذاق سمجھ کر لیں یا جتنے بھی سیکرٹریز ہیں وہ اس حکومت کو کسی بھی گنتی میں نہ لائیں تو یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں ٹریشری بچھر کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے سیکرٹریز کو اور سیکرٹریٹ کو پابند کریں۔ جو ان سے پوچھا جائے ہاوس میں چاہے وہ ٹریشری کی طرف سے ہو یا اپوزیشن کی طرف سے۔ کیونکہ اس سیکرٹریٹ سے ہی عوام کا مفاد وابستہ ہے۔ اور اسی طرح ہم ان سے پوچھ گچھ کر سکتے ہیں۔ ہم کوئی دوسری عدالت تو نہیں لگاسکتے۔ question hour کی بھی اہمیت ہے۔ چاہے اسلام آباد کی پارلیمنٹ میں ہو چاہے یہاں ہو۔ لیکن اگر اس کو اس طرح لیا جائے کہ چالیس دن میں بھی ہمارے سوالوں کے لا جواب نہ آئے تو یہ بہت افسوس کا مقام ہے۔ ہم پورے بلوچستان سے اس اسمبلی سے مذاق کر رہے ہیں۔ اس سیشن پر جتنے پیسے لگتے ہیں وہ سارے ضائع ہو رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اب is enough ہے۔ بلوچستان کے ساتھ یہاں کے عوام کے ساتھ بہت مذاق ہو گیا۔ اب ہمیں اس اسمبلی سے تو یہ امید تھی اور اسی امید سے آئے تھے کہ ہم شاید اللہ کی رضا کیلئے، یہاں کے عوام کے لیے اس صوبے کے لیے کچھ خدمت کر سکیں۔ اس صوبے کے اور اسمبلی کے اور پارلیمنٹ کے نام پر جو کالے دھبے لگے ہوئے ہیں ان کو دُور کر سکیں۔ اور پاکستان کے اندر اسکو ایک مشائی اسمبلی بناسکیں۔ لیکن معلوم یہی ہوتا ہے کہ سیکرٹریز اور سیکرٹریٹ، آپ سے اور ہم سے کسی طرح بھی اور حکومت سے تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ تو آپ مہربانی کر کے اس سلسلے میں سیکرٹریٹ کو اپنی پاورز، جو آپ کے اختیارات ہیں اسکو استعمال کریں اور انکو پابند کریں۔ ویسے تو پندرہ دن میں انکو جواب دینا چاہیے تھا۔ لیکن اب چالیس دن ہو گئے جواب نہیں آئے ہیں۔ تو میری گزارش آپ سے یہ ہے کی اپنی پاورز استعمال کرتے ہوئے، اختیارات استعمال کرتے ہوئے سیکرٹریٹ کو پابند کریں۔ حکومت کو پابند کریں۔ وزراء صاحبان کو پابند کریں کہ اپنے جوابات وقت پر دیا کریں۔ بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا جان! آپ نے درست فرمایا۔ اس طرح نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ انکو ہدایت دیجاتی ہے کہ وقت پر اپنے سوالات کا جواب دیں۔ جناب اختر حسین لالگو صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 33 دریافت فرمائیں۔ معززار اکین نہیں ہیں۔ سوال نمبر 33 کو next session کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ جناب نصراللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 57 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: سوال نمبر 57۔ جی آپ جواب تو پڑھیں نا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

57☆۔ جناب نصراللہ خان زیرے:

کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 19-2018ء کے بجٹ میں بر ج عزیز خان ڈیم کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو پی ایس ڈی پی میں اس کیلئے کس قدر رقم مختص کی گئی ہے اور مختص کردہ رقم میں سے اب تک کس قدر رقم جاری کی گئی ہے۔ نیز مذکورہ ڈیم پر کام کا آغاز کب تک کیا جائے گا تفصیل دی جائے؟

وزیر ملکہ منصوبہ بندی و ترقیات:

(الف) مالی سال 19-2018ء کے بجٹ میں بر ج عزیز خان ڈیم کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(ب) مالی سال 19-2018ء کے پی ایس ڈی پی میں بر ج عزیز خان ڈیم کیلئے کل (ایک ہزار میلین روپے) مختص کیے گئے ہیں اور فیز یہلٹی منظوری کیلئے وفاقی حکومت کو بھجوائی گئی ہے۔ منصوبہ پر کام کا آغاز وفاقی حکومت سے منظوری کے بعد ہوگا۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جی۔ جناب اسپیکر صاحب! میرے غالباً Question No 57-58-59، یہ تینوں سوالات ایک ہی طرح کے ہیں جو کوئی میں ڈیم سے متعلق ہیں۔ overall پورے صوبے کے ڈیم سے متعلق ہیں پانی کی قلت سے متعلق ہیں۔ اور جناب! پہلے میں کوئی مختصی ایک سپلینٹری کرنا چاہوں گا۔ کہ بہت سارے ایسے جو میں نے پہلا سوال کیا ہے۔ بر ج عزیز خان ڈیم کا۔ اسکی فیز یہلٹی رپورٹ چلی گئی ہے وفاق کے پاس۔ تو کیا منسٹر صاحب اس فیز یہلٹی کو وہاں وفاق میں اس کو آپ pursue کریں گے کب تک یہ ہو جائیگا؟ کیونکہ ہمیں بہت زیادہ ڈیمز کی ضرورت ہے۔ ڈیلے ایکشن ڈیمز چھوٹے ڈیمز کی ضرورت ہے۔ تو اس حوالے سے اسکا مجھے مختص آپ جواب دے دیں۔ باقی پھر بعد میں میری

اور بھی سپینری ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بلیدی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات): جناب اسپیکر! جو سوال ہمارے معزز رکن نے کیا۔ اُسکی بیک گراونڈ یہ ہے کہ مُرح عزیز یہ ایک ارب کا پروجیکٹ ہے۔ اُس میں فیڈرل گورنمنٹ اور پروشل گورنمنٹ یہ joint venture 50% 50% پروشل گورنمنٹ دیگی۔ اس دفعہ مالی سال میں point five million feasibility کیلئے۔ اسکے بعد اسکی CWP کی میٹنگ ہونی ہے۔ اور اسکے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اس پر کام شروع ہو جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی آغا صاحب۔

انجیئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! کیا وزیر موصوف صاحب یہ فرمائیں گے؟ کیونکہ یہ ڈیم، یہ آج کا مسئلہ نہیں ہے یہ پچھلے بیس سالوں سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی کے پانی کی shortage اور ڈیموں کی کنسٹرکشن تو یہ بتائیں گے کہ یہ مسئلہ کب سے شروع ہوا تھا؟ اور یہ فیڈرل رپورٹ فیڈرل گورنمنٹ کو کب بھی گئی تھی؟ اور last اگلی کب میٹنگ ہوئی ہے؟ کیونکہ یہ جتنے بھی سوالات ہیں زیرے صاحب کے اس سے متعلق ہیں۔ اور یہ بڑا آسان سا انہوں نے لکھ دیا کہ ہم نے فیڈرل گورنمنٹ کو بھیج دیا ہے۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ کی مشکل نہیں ہے مشکل تو ہماری ہے ضرورت ہماری ہے مجبوری ہماری ہے یہ بہت پُرانا چلا آ رہا ہے۔ تو وزیر صاحب یہ فرمائیں کہ یہ فیڈرل رپورٹ کب گئی ہے یہ کب اسکو pursue کریں گے۔ انہوں نے آج تک اُس پر کام کیا ہے یا صرف وہاں فیڈرل گورنمنٹ کو یہ projects بھیج دیے۔ فیڈرل گورنمنٹ کی جو interest ہے بلوچستان میں وہ سب کے سامنے آئی ہے۔ ہم اپنے کو خود نہیں دوا کریں گے تو پھر مشکل ہے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے تو ہر حوالے سے ہمیں نظر انداز کیا ہوا ہے۔ اور اس طرح بھی اگر ہم ساری باتیں فیڈرل گورنمنٹ پر چھوڑتے جائیں اور یہاں بیٹھ جائیں کہ جی ہم نے تو فیڈرل رپورٹ بھیج دی تو مسئلے کا حل یہیں ہے۔ یہ جو تین ڈیز ہیں یہ پچھلے پندرہ، بیس سال سے موضوع بحث بنے ہوئے ہیں۔ اور کوئی کے پانی کی ضرورت نہیں ہوئی ہے۔ تو وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ ذرا تفصیل سے بتائیں کہ فیڈرل رپورٹ کب بنی تھی کب بھی گئی ہے اُس پر مزید کیا کام ہوا ہے کتنی میٹنگز ہوئی ہیں اور کب موقع ہے کہ ہوگی؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی بلیدی صاحب۔

وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات: دیکھیں! جناب اسپیکر صاحب! یہ واقعی بڑا genuine issue ہے۔ کوئٹہ میں پانی کی سخت ضرورت ہے۔ اور یہ جو reservoirs ہیں انکا بانا بہت ہی ضروری ہے۔ اس حوالے سے چونکہ آپ کو پہنچ ہے فیڈرل گورنمنٹ بھی اس PSDP کو review کر رہی ہے اور اس میں آٹھ billions کی کوئی 23 schemes cut کی گئی ہے۔ لیکن چونکہ ہماری گورنمنٹ نے معاملہ take-up کیا ہے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ اور ان سے کہا ہے کہ جی جو بلوچستان کی اسکیمیں ہیں آپ انکو ensured particular question کر دیں۔ اور انہوں نے ہمارے ساتھ وعدہ بھی کیا ہے۔ اس حوالے سے جو ہے جو یہ ہے اس کی feasibility میں میٹنگ ہو چکی ہے۔ اور وہ بہت جلد approve ہو گی اور اس پر ہم کام کریں گے۔ اور اس پر مزید ہماری province میں میٹنگ ہو گئی ہے اُنکے ساتھ۔ وہ بھی انشاء اللہ بہت جلد ہو جائیگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی رحیم صاحب۔

بابو محمد رحیم مینگل: جناب اسپیکر! اسی بُرج عزیز خان ڈیم کے بارے میں پہلے سے ہم نوٹکی اور چاغی والوں نے اسکی مخالفت کی ہے جی۔ کیونکہ اگر بُرج عزیز خان ڈیم ادھر بنا تو نوٹکی کے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایکڑز میں ایسے ہی بخیر پڑ جائیگی۔ کیونکہ یہ سارا پانی، کوئٹہ کا پیش کا یہ خوب جگ ثاپ سے اس طرف کا سارا پانی ادھر ہی آتا ہے۔ اگر بُرج عزیز خان ڈیم بنا تو نوٹکی، چاغی لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایکڑا یہی بخیر پڑ جائیگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ رحیم صاحب۔ جی جناب نصراللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 58 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: نہیں جناب اسپیکر! چونکہ میرا question ہے۔ اس میں اگر آپ مجھ سے، میں پڑھوں گا۔ Question No-58۔ اچھا اس پر آجائیگا۔

☆58۔ نصراللہ خان زیرے:

کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 19-2018ء کے پی ایس ڈی پی میں ہلک ڈیم کیلئے رقم مختص کی گئی ہے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کل کس قدر رقم مختص کی گئی ہے۔ اور اس مختص کردہ رقم میں سے اب تک کس قدر رقم جاری کی گئی ہے؟ تفصیل دی جائے۔ نیز مذکورہ ڈیم پر اب تک کتنا کام ہو چکا ہے۔ اور کب

تک مکمل کی جائے گی تفصیل دی جائے۔

وزیر مکملہ منصوبہ بندی و ترقیات:

(الف) مالی سال 19-2018ء کے بجٹ میں ہلک ڈیم کو شامل کیا گیا ہے۔

(ب) مالی سال 19-2018ء کے پی ایس ڈی پی میں ہلک ڈیم کیلئے کل (پانچ سو لیکن روپے) مختص کیے گئے ہیں اور فیزیکل منظوری کیلئے وفاقی حکومت کو بھجوائی گئی ہے۔ منصوبہ پر کام کا آغاز وفاقی حکومت سے منظوری کے بعد ہوگا۔

وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات: لیکن The answer should be taken as read

جو پانچ سو لیکن بیہاں پر دیا ہوا ہے۔ وہ پانچ سو لیکن نہیں ہیں۔ وہ point five million ہیں۔

corrected.

جناب نصر اللہ خان زیرے: Thank you جناب۔ میں سپلائمنٹری اور اس حوالے سے اس پر بولوں گا۔ جناب اسپیکر! پونکہ ہم جس ولی میں رہ رہے ہیں کوئی اس میں پانی کی جو shortage ہے وہ آپ سب کو پہتہ ہے۔ ہمارے ایک بہت ہی ماہر ہیں جیا لو جست کے ڈاکٹر، پروفیسر دین محمد صاحب یونیورسٹی میں ہوتے ہیں۔ انہوں نے جو ریسرچ کی ہے کہ اگر ہم نے کچھ سالوں کے اندر کوئی میں چھوٹے ڈیمز نہیں بنائے۔ ہم نے بیہاں جو ڈیمز تجویز کیتے گئے یہ ہم نے نہیں بنائے تو کوئی جو زمین سالانہ کوئی آٹھ سے بارہ انج ڈنس رہی ہے۔ تو اس سے پھر وہ جو ہم حاصل کرنا چاہرے ہیں۔ اگر ہم نے زمین کے اندر پانی نہیں چھوڑا بذریعہ ڈیم تو یہ زمین پھر مزید نیچے ڈنس جائیگی۔ کوئی سالانہ آٹھ سے بارہ انج۔ پھر وہ مقاصد ہم حاصل نہیں کر سکیں گے۔ دوسری جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ جو کوئی پوری وادی ہے۔ آپ تک تو، زرغون غر، مردار۔ پھر چلتا۔ اسکے آس پاس بچھے ڈر حکومت میں پورا اسکے دوسو ڈیمز کا بیہاں پر سروے ہوا تھا۔ یہ سب کچھ کر کے تیار بھی ہو کر کے اسلام آباد بھی گیا ہے۔ تو اگر ہم نے ان ہر چھوٹے، بڑے آنے والے پانی کو جہاں آتا ہے۔ ہم نے وہاں نہ روکا۔ ہم نے وہاں ڈیم نہ بنائے۔ تو آپ یقین کریں کہ یہ کوئی شہر جس کی آبادی اب کم و بیش کوئی تیس لاکھ ہے، یہ migrate کر کے جائیں گے۔ کیونکہ اب بھی تقریباً ایک ہزار فٹ نیچے سے ہم پانی نکال رہے ہیں۔ اور ہر سال آپکے کوئی دس سے بیس فٹ نیچے جا رہا ہے۔ تو اس لیئے بہت ہی alarming position ہے۔ ہم جتنا بھی اس پر بولیں اسکی حساسیت ثابت اس سے بھی زیادہ ہے۔ جناب اسپیکر! اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ سالانہ ہمارا صوبہ کوئی چودہ سو لیکن ایکڑ فٹ ہم ضائع کر رہے ہیں۔ اور آپکو یہ بھی پتہ ہے کہ

آپکا پورا تر پلاٹ ڈیم اور منگلا ڈیم دونوں ملکر کے بارہ سو میلین ایکڑ فٹ وہاں پانی جمع نہیں ہو رہا ہے۔ تو ہم چودہ سو میلین ایکڑ فٹ پانی ضائع کر رہے ہیں۔ اور اچھی بات ہے ڈیز کیلئے فنڈ ز جمع ہو رہے ہیں۔ وہ بھی اس لیئے کہ 2035ء میں بالخصوص پنجاب اور سندھ میں قحط آئے گا پانی نہیں ہو گا۔ اب اُس کیلئے ڈیم بنانے کیلئے فنڈ زا کٹھے کیے جا رہے ہیں۔ جبکہ ہمیں یہ پتہ نہیں ہے کہ اگلے سال اگر ابھی آپکو پتہ ہے جو ماحولیات والے ہمیں بتا رہے ہیں کہ مزید یہاں آنے والے کچھ سالوں میں باشیں نہیں ہوں گی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ ہم اس کوئٹہ شہر کو اس سال چھوڑ کر جائیں گے یا اگلے سال جائیں گے۔ یا اُس سے دوسال بعد ہم تمام ہمارا صوبہ خنک سالی سے دوچار ہے۔ لورالائی سے جہاں کا ہمارا انحصار ہے ایگر پلچر کا۔ پانی کا ان انحصار وہ ٹیوب دیل پر ہے۔ لورالائی، قلعہ سیف اللہ، پشین، قلعہ عبداللہ، کوئٹہ، زیارت، ہرنائی، مستونگ، قلات، سوراب، خضدار اور نوشکی۔ انکا تمام انحصار reservoirs اور ٹیوب دیل پر ہے۔ لیکن آپکو پتہ ہے کہ یہاں ڈیم نہیں بنائے گئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا سب کچھ ختم کر کے جا رہے ہیں۔ میرے دوست نے اس حوالے سے بات کی۔ لیکن جب آپ یہاں ڈیم بنائیں گے۔ توجہ ڈیم میں پانی ہو گا تو وہ پانی سپل دے کے ذریعے آگے جائیگا۔ اسکا مطلب ہے پھر آگے کی آبادی کیلئے۔ ایسا نہیں ہے کہ آگے کی آبادی آپکی متاثر ہو گی۔ بالکل نہیں ہو گی۔ ماہرین نے برج عزیز خان پر بڑا سروے کیا ہے۔ اُنکے سروے کے مطابق یہ پانی آگے بھی جائیگا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہمیں اس میں رخنہ نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس لیئے کہ کوئٹہ ہمارا capital ہے۔ اگر یہاں برج عزیز خان ڈیم نہیں بن۔ اگر یہاں بلکہ ڈیم نہیں بنایا گیا، تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اس کوئٹہ کو تباہ و برداشت کرنا چاہر ہے ہیں۔ جناب اسپیکر! میں ایک بار پھر یہ کہوں گا کہ جو ڈیم کیلئے پیسے جمع کیے جا رہے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ اُس کو پہلے حصے کے طور پر یہ فنڈ ز اس صوبے کو دینا چاہیے۔ یہ فنڈ ز جو جمع کیے جا رہے ہیں، وہ فنڈ ز اس صوبے کو جو دہ کہہ رہا ہے کہ یہاں ہم نے دوارب روپے اب تک جمع کئے، تو اگر وہ 2 ارب روپے ہمیں دیئے جائیں۔ جس طرح آپ نے کہا کہ اتنے اتنے پیسے رکھیں، تو کم از کم ہم یہ 2 ارب روپے سے اپنے یہ دو، تین ڈیز اور باتی جتنے بھی میں نے پہلے کہا کہ لورالائی سے خضدار تک یہ پورا belt جو متناہ ہو رہا ہے اس کیلئے ہم اپنے ڈیم اپنے storage dam اور ہم اپنے ڈیلے ایکشن ڈیم، ہم اپنے check tranches ہم بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو میں حکومت سے کہوں گا کہ آپ لوگ وفاتی حکومت سے اسلئے کہ ہمارے۔۔۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! تھوڑا مختصر کریں۔ سوال پر اتنی بڑی تقریر میرے خیال سے نہیں ہوتی۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یہ ہمارے فناو بقاء کا مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے serious نہیں لیا تو آپ یقین کریں کہ آپ کوئی شہر میں آپ کا بھی گھر ہے اور ان تمام ممبر ان اسمبلی کا ایک ایک گھر کوئی میں ہے۔ ان کے بچے کوئی میں پڑتے ہیں۔ اگر گودار کے ایک پی اے صاحب ہیں، اگر ژوپ کے ایک پی اے صاحب ہیں سب کے گھر یہاں ہیں۔ جب کوئی نہیں ہو گا تو اس کا مطلب ہے کہ 30 لاکھ کی آبادی یہاں سے مانگریٹ کر کے جائیگی۔ Thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ جی

بابو محمد رحیم مینگل: جناب اسپیکر! ہمارے معزز دوست نے یہ جو کہا کہ سپل وے کا پانی آگے آیا۔ سپل وے کا پانی نوشکی نہیں وہ افغانستان کو فائدہ دیگا۔ یہ داؤ داؤ مریں میں افغان انقلاب سے پہلے جب داؤ د بادشاہ تھا، افغانستان کا اُس نے بادی کاریز کے مقام پر اس بند کو باندھنے کی کوشش کی۔ لیکن ہمارے نوشکی والوں نے ادھر بھی نہیں چھوڑا۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی۔ نصراللہ خان زیرے صاحب آپ اپنا سوال نمبر 59 دریافت فرمائیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: سوال نمبر 59

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات): Answer be taken as read.

59☆۔ نصراللہ خان زیرے:

کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات از را کرم مطلع فرمائیں گے؟

کیا یہ درست ہے کہ مالی سال 19-2018ء کے پی ایس ڈی پی میں سپیرہ رانگ ڈیم (روڈ ملازی) پشین کیلئے کس قدر رقم رقم مختص کی گئی ہے۔ اور اس مختص کردہ رقم میں سے اب تک کس قدر رقم جاری کی گئی ہے۔ تفصیل دی جائے۔ نیز مذکورہ روڈ کا کام مکمل اور کمپنی کو دیا گیا ہے۔ اور یہ کب تک مکمل کیا جائے گا؟

وزیر مکملہ منصوبہ بندی و ترقیات:

ہاں کیا یہ درست ہے کہ سکیم سپیرہ رانگ روڈ خانوzi کراں تا لوار الائی، قلعہ سیف اللہ روڈ مالی سال 19-2018ء کے پی ایس ڈی پی میں 1604 اعشاریہ 705 ملین لاگت سے شامل ہے اور اس سال میں دو سو ملین روپے مختص کی گئی ہے۔ اور اس سال کی مختص کردہ رقم سے اب تک پچاس ملین روپے جاری کردیے گئے ہیں۔ اور مذکورہ روڈ کی تکمیل بلوچستان روڈ پلمنٹ اتحاری کی زیر نگرانی ہو رہی ہے اور اس پر اب تک 427 ملین روپے کا خرچ ہوا ہے۔ اور منظور شدہ پی سی و ان کے مطابق سکیم کو مالی سال 20-2019ء میں مکمل ہونا ہے۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر! یہ ایک بہت اہم شاہراہ ہے۔ یہ خانوڈی، پسیرو راغب پھر یہ جا کر کے لوار الائی اور پھر آگے ڈی جی خان۔ یہ بڑا short بہت آسانی سے ہم اور الائی تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اس میں پوری لائل 1604.705 میلین ہے۔ لیکن اس سال 2 مولین ان سکے لئے رکھے گئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ روڈ پہلے بھی ہم نے CM صاحب سے اس حوالے سے بات کی ہے کہ اس روڈ کی اہمیت سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ لوار الائی کے لوگ پہلے مسلم باغ جاتے ہیں پھر قلعہ سیف اللہ جاتے ہیں، پھر دُور جا کر کے جو لوگ ڈیرہ غازی خان جانا چاہتے ہیں، جو بنجاب جانا چاہتے ہیں وہ خوانخواہ دو گھنٹے مزید سفر طے کرتے ہیں۔ اگر یہ روڈ بن جاتا ہے تو آپ کا پورا لوار الائی کا سفر محض دو گھنٹے تک ہو جائیگا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس روڈ کیلئے اس سال آپ مزید اس کیلئے رقم رکھیں تاکہ اس سال یہ مکمل ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی۔

انجیمنٹ سید محمد فضل آغا: یہ جواب بڑا confusing ہے اگر اس کو پڑھیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ”ہاں یہ درست ہے کہ اسکیم سپرہ راغب خانوڈی کراس تا لوار الائی قلعہ سیف اللہ سال 19-2018ء کے پی ایس پی میں 1604.705 میلین لائل سے شامل ہے۔ اس کا کیا مطلب؟ اور اس مالی سال میں 200.00 روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اور اس سال کی مختص کردہ رقم ایک 50.00 میلین جاری کر دیے گئے ہیں۔ اور نہ کوہ روڈ کی تکمیل کیلئے 427.00 میلین روپے کا خرچہ ہوا ہے۔ اب یہ اگر حساب و کتاب پر آ جائیں، ایک طرف سے تو کہہ رہے ہیں کہ 2 مولین روپے مختص کئے گئے ہیں اور دوسری طرف سے کہتے ہیں کہ 1604.705 شامل ہے۔ تیسرا دفعہ کہتے ہیں کہ 50.00 میلین جاری کر دیے گئے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ خرچہ ہوا ہے۔ اب اس figures کو یہ زد درست کریں۔ دوسری بات یہ بتائی جائے کہ 427 میلین کا خرچ جو ہوا ہے اس میں اس روڈ پر کیا کام ہوا اور ہو گا؟ اس کی تفصیل نہیں دی گئی ہے۔ روڈ پہلے چار پانچ سال سے بند پڑا ہوا ہے۔ اب بھی اس راستے سے آتے ہیں۔ ہم بھی اس راستے سے آتے جاتے ہیں۔ روڈ ملازمی کے جتنے بھی زمیندار ہیں ان کے باغات تباہ ہو گئے ہیں۔ پہلی حکومت نے اس روڈ کیلئے نہیں دیا تھا۔ پانچ سال سے روڈ بند پڑا ہوا ہے۔ تو اب وزیر موصوف صاحب بتائیں صحیح figure ایک تو figures کی درستی کریں کہ یہ کیا اس میں لکھا ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یہ 4 سو کچھ میلین خرچ ہوئے ہیں اس میں کیا کام ہوا ہے کونسے ایٹم ہوئے ہیں، اور اس کے بعد آئندہ کیا کام کرنا ہے اس وقت اس کی نوعیت کیا ہے اس پر کام چل رہا ہے کام بند ہے ٹھیکداروں کو پیمنت ہوئی ہے نہیں ہوئی ہے، ایڈولنس پیمنت ہوئی ہے۔ یا اُن کے payment due ہیں؟ اس کی

سارے fact کیا ہیں اس روڈ کا۔ یہاں تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب۔ جی حکومت کی جانب سے کوئی۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات): یہ روڈ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ جو کچھ لی گو نمنٹ کی اسکیم ہے۔ اور ہم نے آتے ہی PSDP کو review کرنا شروع کر دیا ہے، کابینہ کی میٹنگ بھی اس حوالے سے ہو رہی ہے۔ کابینہ نے اس کے لئے special committee on PSDP بنائی تھی۔ تو اس میں definitely جو ہم اس روڈ کو priority دینگے اور اس کو within sooner time میں مکمل ہونا چاہیے، فی الحال انہوں نے جو دیا ہوا ہے کہ 2 سو ملین ہم نے رکھے ہوئے ہیں۔ اور جو 427 ملین وہ خرچ ہو چکا ہے، بقول پی اینڈ ڈی کے، اس سے زیادہ اور detail مجھے نہیں پہنچتا۔ اس روڈ کے حوالے سے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ اس question کو ہم مزید detail لے آئیں۔

انجیسٹر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! ایک تو PSDP بنی ہے کہ نہیں بنی ہے؟ یہاں بڑے confused قسم statement کے آرہے ہیں۔ اگر PSDP بن گئی انہوں نے شامل کیا تو table ہونی چاہیے۔ اور اگر نہیں بنی ہے تو اس کی position کی بات ہے؟ دوسری بات منظر صاحب سے گزارش کروں گا کہ جو 4 سو کچھ ملین جو already خرچ ہو گئے اُس کی تفصیل ہمیں نہیں بتائی گئی کہ وہ کیسے خرچ ہوئے، کب خرچ ہوئے کس آئیٹم پر خرچ ہوئے؟ ایسے پیسے ہم بانتے جائیں، خرچ کرتے جائیں، تفصیل کوئی نہیں ہے۔ یہ House میں question hour کا مطلب یہی ہے کہ House کو inform کیا جائے، تمام detail اور تفصیل کے ساتھ۔ تو میری منظر صاحب سے گزارش ہے کہ اس کو defer کیا جائے، اس کی تمام تفصیل BDA سے لے کے اس کو table کریں۔ بہت شکریہ۔

وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات: اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر defer کریں اور بی ڈی اے سے تفصیل لیکر انہیں آگاہ کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: سوال نمبر 59 کو گلے سیشن کے لئے defer کیا جاتا ہے۔ وقفہ سوالات ختم۔

تجهیز دلاؤ نوٹس

جناب شاء اللہ بلوچ صاحب، ملک نصیر احمد شاہواني صاحب۔ جناب احمد نواز بلوچ صاحب اور جناب محمد حیم مینگل صاحب آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت فرمائیں۔

جناب شاء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں توجہ دلاؤ نوٹس دوبارہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

جناب نسٹر صاحب! اگر سوال پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ تو جواب کوئی پڑھا ہوا تصور اس لئے نہیں کروں گا کہ جواب مجھے ابھی ملا ہے۔ تو یہ جواب PDMA کی طرف سے انہوں نے دیا ہے۔ باقیوں کو میرے خیال میں table پر نہیں آیا ہے۔ پھر بھی میں اس کا بُر انہیں مناتے یا ہم اس کا۔ جناب والا! ہم معاملے کو آگے لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: توجہ دلاؤ نوؤں شاء بلوج صاحب! تحریری نہیں ہوتا۔ اسلئے پھر بھی۔۔۔۔۔

جناب پشاور اللہ بلوج: تحریری جواب تو آنا چاہیے جناب والا! تحریری جواب پیشک table ہوتا ہے۔ جس دن اسمبلی تین بجے ہے۔ پھر بھی technicalities پر نہیں جاتا۔ اسلئے کہ مجھے اس بات کا علم ہے، ہو سکتا ہے کہ PDMA کو دیرے ہمارا توجہ دلاؤ نوؤں مل گیا تھا۔ اُن کا جواب بھی جو expected豪情豪邁 میرے سامنے ہے۔ دیکھیں! مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس وقت جتنے بھی اراکین اسمبلی یہاں تشریف فرمائیں۔ ہم ایک ایسے صوبے سے تعلق رکھتے ہیں جس کو جو بڑی range land جو بلوچستان کی ہے وہ تقریباً Dry 90% ہے، خشک ہے۔ ہمارے یہاں 160 سے لیکر 250 ملی میٹر تک بارش بھی اگر ہوتی ہے، وہ بھی اگر normal season ہو۔ لیکن اگر خشک سالی ہے drought کہتے ہیں۔ لیکن اگر drought کا سیزن آ جاتا ہے تو یہ بارشیں کہیں پر کوئی 30 سے 40 ملی میٹر بھی ہو جائیں تو اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ اور بلوچستان میں جب بارشیں نہ ہوں اُس کا براہ راست اثر جناب والا! صرف اموات اور مال و مویشیوں پر نہیں ہوتا۔ اُس کے سماجی، معاشری، معاشرتی، زراعت، صنعت اُس کے علاوہ صحت پر بھی اُس کے سب سے بڑے اثرات پڑتے ہیں۔

ایک افسوس کی بات یہ ہے جناب والا! کہ بلوچستان میں خشک سالی، ساری دنیا کو پختہ ہے historically。 تاریخی طور پر ہم جانتے ہیں کہ بلوچستان میں خشک سالی۔ مختلف چیزیں ہیں ایک کو کہتے ہیں خشک سالی، ایک ہے قحط سالی。 drought خشک سالی کو کہتے ہیں اور famine جو قحط سالی کو کہتے ہیں۔ لیکن اگر ہماری پالیسی یہی رہی، حکومت بلوچستان کی گزشتہ حکومتوں کی بھی۔ یعنی 1967ء سے 1969ء میں drought آیا۔ ابھی drought last 1998ء کیا بھجے یاد ہے 1998ء اور 2002ء کا جس میں نوشکی میں وہ دار پور صومالیہ جیسا بڑا کیمپ لگا۔ ہم نے خود وہ visit کیا یہی، نوشکی، چاغی، خاران، ماٹکیل، پنگھوڑ، ساری دنیا سے اور دنیا کا سب سے بڑا صومالیہ یوکرائیں کے بعد کہیں اور ممالک میں جو RUSSIA میں famine خشک سالی آئی تھی ایتھوپیا کی قحط سالی کے بعد انکے بعد سب سے بڑا کمپ وہاں لگا۔ اُس کے بعد جناب والا! تسلسل کے ساتھ اقوام متحده نے، اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ادارے ہیں جنہوں نے حکومت بلوچستان کو رپورٹ مرتب کر کے دی

ہے۔ کہ خدا اور رسول ﷺ کا واسطہ، یہ صوبہ ہمیشہ خشک سالی کی زد میں رہیگا۔ ایک تو قدرتی وجہ سے لیکن قدرتی وجہ سے کچھ علاقے خشک سالی کا شکار رہتے ہیں، دنیا میں سائنس اور شیکنا لو جی اتنی آگئی ہے کہ انہوں نے اُس قدرتی آفات کو روکنے کیلئے بہت سے ذرائع اپنائے ہیں۔ انہوں نے اپنے لوگوں کو پیشگی اطلاع دی ہے۔ انہوں نے پیشگی منصوبندی کی ہے۔ جو پی ایس ڈی پی کا ہم ذکر کر رہے ہیں گزشتہ اجلاس میں پانچ دن تک ہمارے حلقوں خشک ہو گئے، اُس کے بعد یہی طے پایا کہ بلوچستان میں جو PSDP بنے گی اُس کا focus بلوچستان میں long term development ہو گا۔ اس میں اسی طرح کے ایشور آتے ہیں جناب والا! جب آپ دیکھیں گے کہ آنے والے پانچ دس سال کے بعد ہمارے صوبے میں کیا ہونے والا ہے۔ آپ drought کو منظر رکھتے ہیں۔ آپ unemployment کو منظر رکھتے ہیں، آپ health کے issue کو منظر رکھتے ہیں، یہاں ہمارے ساتھ بڑے وعدے وعدید ہوتے، اُس کے بعد جناب والا! PSDP ابھی تک، سیکرٹریٹ میں ہمارے معزز سیکرٹری صاحبان کی tables پر پڑے ہوئے ہیں وہیں آگے پیچھے ہو رہے ہیں، نہ تو بلوچستان میں کوئی پانچ سال کی یا طویل معیار PSDP کی کوئی باتیں یا کوئی مشورے یا تجویز آگے بڑھ سکی ہیں نہ اُس کو align کرنے کی بات ہوئی۔ تو جناب والا! کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ drought کی صورتحال یہ بلوچستان میں چار یا پانچ spells کے جو کہنے آئے ہیں۔ یہ جو وقفوں سے اس میں دوچیزیں ہوتی ہیں جناب والا! drought کی۔ اس کی آپ intensity کو اس کی sovereignty کو اور اس کی expansion کو آپ دیکھتے ہیں۔ اب یہ اس وقت intensity کے حوالے سے شد کے حوالے سے بلوچستان کے سب سے شدید ترین خشک سالوں میں سے ایک ہے۔ الگ بات ہے کہ لوگوں نے خود سولہ پاور کے ذریعے چھوٹے چھوٹے کہیں پر اپنے گھروں علاقوں میں اپنے مال مویشیاں بیچ کر تھوڑا پانی پینے کیلئے پیدا کیا ہوا ہے۔ internal migration نہیں ہو رہی ہے۔ ورنہ اگر یہ سولہ پاور کوئی بھی، جو بھی انسان جس نے بھی ایجاد کیا اللہ اُس کو لمبی عمر دے۔ جس نے ایجاد کیا اُس کی وجہ سے لوگوں نے سولہ پاور سے پانی نکالنا شروع کیا۔ internal migration بلوچستان میں ہو رہی نہیں رہی ہے تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حکومت بلوچستان نے PDMA نے دو یا تین مہینے پہلے یہ جو سارے انہوں نے دیا ہے PDMA نے خطوط جاری کیے۔ میٹرو جیکل ڈیپارٹمنٹ نے warning دی۔ PDMA نے ڈسٹرکٹ کمشنز صاحبان کو نوٹس جاری کیے اور اُس کے بعد جواب آیا، بالخصوص happy I am کہ خاران کی رپورٹ آئی ہے اُس میں لکھا ہوا ہے کہ 90% جو خاران کی آبادی ہے وہ drought سے متاثر ہے۔ چاغی کی میرے

سامنے ہے، نوٹکی اور کیچ کی میرے سامنے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ بات حکومت کی طرف سے اس فورم پر آنی چاہیے کہ بلوچستان میں خشک سالی کے باعث بیماریوں میں اضافہ ہوا ہے۔ جب خشک سالی ہوتی ہے تو بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے بلوچستان ویسے ہی malnutrition 66% یعنی 66 فیصد لوگ بلوچستان میں ویسے ہی اگر خشک سالی نہ بھی ہو تو بھی غذائی قلت کا شکار ہیں غربت کا شکار ہیں۔ جب خشک سالی ہوتی ہے تو غذائی قلت اس سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ اب بلوچستان میں غذائی قلت 80% سے 90% تک بڑھی ہے۔ تو خشک سالی کا اثر انسانوں کی صحت پر بیماریوں پر معیشت پر لائیوٹاک پر، اگر پلکھر پر ہے۔ تو افسوس اس بات کی ہے کہ یہ حکومت خود یہاں یہ قرارداد لے آتی، یہ حکومت خود یہ بحث یہاں پر لے آتی ”کہ بلوچستان میں بھوک اور افلاس کی صورتحال ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اس حوالے سے پالیسی بنائیں“، یہ بھی ہم نے حکومت کو یہ توجہ دلاؤ نوٹس یہاں جمع کروایا کہ جناب والا! بلوچستان میں بھوک اور پیاس انتہاد رجے کو پڑھی ہیں۔ اب میری کچھ سفارشات ہیں۔ کیونکہ یہ جواب ہے کہ جی بلوچستان میں accept PDMA نے بھی کر لیا کہ بلوچستان میں خشک سالی بھوک اور افلاس 90% تک تمام اضلاع میں، میں نے تو یہاں تین اضلاع کا ذکر کیا ہے لیکن بلوچستان کے تمام اضلاع میں ہیں۔ اب اس کے لیے جناب والا! کرنا کیا ہے۔ دیکھیں دو بڑی اہم چیزیں ہیں۔ بلوچستان میں اگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں drought کی صورتحال سے نکلنی ہے۔ میں اپنے حکومتی جوہارے دوست ہیں ارائیں ہیں اُن کو دوبارہ ایک مفت مشورہ دینا چاہتا ہوں، NFC کے حوالے سے اُن کو ہم نے ایک مشورہ دیا آج تک بات آگے نہیں بڑھی۔ PSDP کے حوالے سے ایک بہت ہی ثابت اُن کو طریقہ کار سمجھایا کہ پوری دنیا میں غربت، تکلیف، مشکل اور پسماندگی سے نکلنے کے لیے ایک سالہ پی ایس ڈی پی سے جان چھڑائیں۔ ہم اُن کو ایک متفقہ پالیسی دینا چاہتے تھے ایک گائیڈ لائن دینا چاہتے تھے اُس پر انہوں نے عملدرآمد نہیں کیا۔ آج ہم اُن کو بتانا چاہتے ہیں جناب والا! ہمارا ساتھ دیں آئیں اس توجہ دلاؤ نوٹس کو ایک قرارداد میں تبدیل کرتے ہیں۔ اس میں ہم نے کچھ مطالبے و فاقی حکومت سے کرنے ہیں۔ وفاقی حکومت کے پاس آپ اگر اکیلے جائیں گے آپ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، اتنا وزن نہیں ہوگا legitimacy نہیں ہوگی ہم اپوزیشن آپ کے ساتھ ہیں۔ نمبر ایک بلوچستان کے تمام اضلاع کو آج کا ایوان قحط زدہ، آفت زدہ اور خشک سالی سے متاثر علاقے قرار دے۔ یہ آج کی قرارداد ہماری clearly جاری ہے بشمول خاران، واشک، نوشی، چاغی، آواران، کیچ، جو بھی ہمارے اضلاع ہیں، نصیر آباد۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایوان آج وفاقی حکومت سے گزارش کرتا ہے کہ جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے، اُس میں یہ ہے کہ زرعی قرضے جتنے بھی بلوچستان میں ہمارے زمینداروں پر

ہیں، گوکہ بلوچستان کو زرعی قرضوں کی مد میں ایک فیصد بھی نہیں ملتا، زرعی ترقیاتی جو ہمارا بینک ہے اُس میں 72 سے 73% تک قرضے پنجاب کو ملتے ہیں باقی دیگر صوبوں کو بلوچستان کے گوکہ زرعی رقبے میرے پاس ساری detail پڑی ہوئی ہے اگر کہتے ہیں تو میں منشہ صاحب کو سلیم بھائی کو اپنا دکھا دوں گا کہ ایک فیصد سے کم ہے لہذا بلوچستان میں جتنے بھی زرعی قرضے ہیں وہ معاف کیے جائیں۔ اسکے علاوہ کیونکہ اب ہماری زراعت پر صرف زمینداروں کا انحصار نہیں ہے خشک سالی سے متاثر ہ لوگوں کا بھی انحصار ہے۔ لہذا بلوچستان میں جتنے بھی بھلی کے بقا یا جاتی ہیں۔ میں کل پرسوں لے آیا تھا یہاں ایک اخبار میں Economic ECC میں وفاقی حکومت نے حکومت بلوچستان کے خلاف بہت بڑا complaint درج کیا ہے کہ حکومت بلوچستان بھلی کے واجبات دینے سے مکر ہے، یہ پرسوں ترسوں کا اخبار تھا آپ نے پرسوں اجلاس جلدی ختم کر دیا اور نہ اُس پر میں بولنے والا تھا۔ یہ ڈان نیوز پیپر کی ہیڈ لائن ہے فرنٹ پیچ پر۔ یہ بڑا embarrassing ہے شرم کی بات ہے۔ بلوچستان دولت اور سائل سے مالا مال لیکن وہاں اسلام آباد میں بجائے کہ ہم ان کو شرمندہ کریں کہ آپ ہماری غربت کی ہماری پسمندگی کی وجہ ہو۔ وہ ہر دفعہ اخباروں کی ہیڈ لائن میں یہی لگتا ہے کہ بلوچستان اپنے قرضے نہیں دیتا۔ بلوچستان بھلی کے بل نہیں دیتا، بلوچستان میں کرپشن ہے، بلوچستان میں اپنی حکمرانی نہیں ہے۔ یہ اڑامات ہر دفعہ اخباروں کی زیست بنتے ہیں ہماری نالائقی کی وجہ سے۔ لہذا بھلی کے تمام بقا یا جاتی ختم کیے جائیں۔ اور اس کے علاوہ جناب والا! بلوچستان میں 612 کے قریب فیڈر رز ہیں، پورے پاکستان میں اس وقت فیڈر روز کی تعداد 12 ہزار سے زیادہ ہے۔ 612 فیڈر رز میں سے بلوچستان میں صرف 12 ایسے فیڈر رز ہیں جن کو 24 گھنٹے بھلی ملتی ہے باقی ہمارے 600 فیڈر رز سے 4 سے 6 گھنٹے زمینداروں کو بھلی ملتی ہے۔ اب میں کیوں کہہ رہا ہوں کہ بھلی کے گھنٹے زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھیں اس کا تعلق براہ راست زمیندار کو فائدہ دینا نہیں ہے۔ کیونکہ جو خشک سالی سے متاثر ہ خاندان ہیں خاران میں، آواران میں، چاغی میں، جہاں بھی ہوں وہ ابھی انہیں ٹیوب ویلوں کے اردو گرد آ کے ڈھیرہ ڈال رہے ہیں۔ تو لہذا ان کی بھلی کی مدت یا اس کا duration جب بڑھایا جاتا ہے تو یہ ٹیوب ویل گورنمنٹ کی ایسے سمجھو مدد کا کام کر سکتے ہیں لوگوں کی internal migration کو روک سکتے ہیں۔ تو لہذا وفاقی حکومت سے یہ ایوان یہ مطالباً کرے کہ ہماری بھلی کے جو بھی supply hours ہیں اُس کو بڑھایا جائے اور ہماری لوڈ شیڈنگ کے hours کم کیے جائے ویسے بھی سی پیک کی مدد میں 18، 17 ہزار میگاوات بھلی اس وقت پیدا ہو رہی ہے۔ چوتھا مطالبہ اس ایوان سے اس خشک سالی کے حوالے سے آنا چاہیے کہ بلوچستان کو ایک خصوصی اپیشن ایگر یا کچھ سیکچ ملنا چاہیے۔ اُس میں

جناب والا! ہر ضلع کے لیے پانچ سورکیٹرز۔ اُس کی اب میں وجہ بتاؤں گا کہ کیوں، کیوں کہ آپ جب تک mitigate کرنے یعنی خشک سالی کے مسئلے کا حل۔ نہیں آپ نے بلوچستان کو قحط زدہ قرار دیا یہاں سے بوریوں میں آٹے بھیجے، بھجوڑ اور ٹینٹ بھیجے۔ اب میں یہ پڑھ رہا تھا میں تو حیران ہوں کہ خشک سالی سے چاغی میں ٹینٹ بھیجے جا رہے ہیں خشک سالی سے لوگ بھوک سے مر رہے ہیں ٹینٹ تو نہیں کھائیں گے نہ مسئلہ یہی ہے کہ جب آپ کو پتہ نہیں ہے کہ آپ نے جناب والا! اس میں آپ کو خصوصی پیکچ کی بات کرنی ہو گی فیڈرل گورنمنٹ سے اُس میں یہ ہے کہ تمام اضلاع کے لیے ٹریکٹرز دے بنج، کھاد اور قرض دے۔ وہ اس لیے کہ جو لوگ drought سے متاثر ہوئے ہیں وہ یہیں پر آ کر انہی زمینداروں کے ارد گرد یارشہ داروں کے ہاں جمع بھی ہو گے اور اگر ایگر پلکچ کا بڑا پیکچ بلوچستان کو ملے گا تو اُس سے کافی mitigate ہو گا جائے کہ ہم کسی کو subsidy کی کو individually کو special basis پر لا یو شاک کا ہمارا منظر بیٹھا ہوا ہے۔ اگر مال مویشی اس وقت سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ بلوچستان میں لا یو شاک کا ڈیپارٹمنٹ سب سے کمزور ہے۔ لا یو شاک کے ڈیپارٹمنٹ کو تو 20 سال سے قطعاً گا ہوا ہے خشک سالی کا شکار ہے باقی سارے محکمے بڑے فنڈز کے ساتھ ہیں لا یو شاک کا فنڈ سب سے کم ہے۔ لہذا اس وقت ضرورت ہے کہ لا یو شاک کی مد میں فیڈرل گورنمنٹ اپیشل پیکچ دے پورے پاکستان سے خصوصی ادویات لا یو شاک کے سینٹر کو منتقل کیا جائے۔ پورے بلوچستان میں مویشیوں کو اچھی، جو اچھی دوائیاں ہیں فوڈ ہے، فیڈرل ہیں، دوسری چیزیں ہیں، لا یو شاک ڈیپارٹمنٹ کے through فیڈرل گورنمنٹ اُن کو مہیا کرے۔ اور اس کے علاوہ جناب والا! بات ہوئی ہے ڈیم کی۔ آخری میں جو گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ PHE کا جو محکمہ میرے دوست دُمڑ صاحب آج نہیں آئے ہیں۔ ابھی بھی خاران میں جو going on water کے جو ہمارے supply ہیں، وہ بند ہو رہے ہیں۔ وہ اُس کی بھل کے بل نہیں دے پا رہے ہیں۔ بہت بڑی liabilities کیسکو پر، تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جائے کہ آپ اُنکے لیے بند کروائیں ایک تو یہ ہے کہ PHE کے سارے ٹیوب ویلز، دوسری PHE کو ایک خصوصی گرانٹ فیڈرل گورنمنٹ سے لے کر دی جائے کہ ہر district میں 100 کے قریب واٹر سپلائی کنٹنشن لگائیں جائیں۔ ہر district میں سو کے قریب community، بیشک واٹر سپلائی اسکیم ہو، یہ لگائے جائیں۔ اور یہ districts کو سارے equally ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمارے علاقوں میں زیادہ ہوں۔ لیکن یہ ایسے مطالبات ہیں آخر میں جو آپ سے کہوں گا کہ جناب والا! حکومت کو چاہیے کہ آپ اپوزیشن کے اس سارے مشوروں کو اس قرارداد کو آج جو ہم پاس

کریں گے اسکو لے کر ہمارے ساتھ جائیں۔ خداوند تبارک و تعالیٰ اسمیں برکت ڈالے گا۔ لگ یہی رہا ہے کہ یہ حکومت solo-flight کرنا چاہتی ہے چنانچہ اکیلی چلی جاتی ہے، اسلام آباد بھی اکیلی چلی جاتی ہے، آخر میں آ کے روناروتی ہے کہ ہمارے پاس 88 کروڑ ہیں، پھر اسکے بعد ایک ایک کروڑ روپے کا special assistant کی بھی بھرتیاں کرتے ہیں۔ جناب والا! غریب پسمندگی کے شکار صوبے کو قحط سالی، خشک سالی سے نکالنے کے لیے ہم دوبارہ آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ آج تو یہ قرارداد منظور کروائیں۔ اسکی detail ہم یہاں سے اسٹبلی سے بنوالیں گے۔ ہم جا کر بلوچستان کو خشک سالی سے نکالنے کے لیے آپ کے ساتھ مدد کریں گے۔ شکریہ جناب۔

(اذان- خاموشی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی جمالی صاحب آپ بات کریں۔

میر جان محمد خان جمالی: جناب اسپیکر! شاء بلوج صاحب نے بہت ہی مفصل بات کی ہے۔ یہ خشک سالی کا نہ قحط سالی کا مسئلہ ہے۔ میں نے پہلے بھی ادھر ذکر کیا ہوا ہے کہ مستقبل میں ہماری زندگیاں پانی اور خوراک کے ارادگرد گھونمنے لگے گی۔ اور بلوچستان میں بالکل یہ problem ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف آیا ہے میرا خیال ہے IRSA سے آئے ہوئے ہیں اپنا شیر زمان صاحب۔ سندھ نے اس دفعہ ہمیں نہری پانی بھی نہیں دیا کی تھر کینال میں، جناب اسپیکر! آپ کے settled نکل مکانی کر کے چلے گئے ہیں۔ مطلب دریائے سندھ سے بھی ہمیں پانی ملنے کی امید نہیں ہے اس کیفیت میں آئے ہوئے ہیں۔ اور بڑا افسوس یہ ہوا کہ کالا باعث ڈیم پرتو ہم نے انکو support کیا یا as a Assembly لیکن وہ سندھ والے بہت جلدی بھول گئے۔ میری گزارش ہے اس ایوان سے کہ ایک اپیشل کمیٹی بنائی جائے جو ان چیزوں کو pursue کرے اسلام آباد میں۔ وزیراعظم، صدر پاکستان تھوڑا active نظر آتے ہیں، بیانیت، نیشنل اسٹبلی میں جائیں وہ اپیشل کمیٹی۔ اُس میں ٹریشری بختر کے بھی دوست ہوں، اپوزیشن کے بھی دوست ہوں ایجاد اے کر جائیں اور ان کی پیروی کریں۔ سی پیک وغیرہ روڑ تو بلوچستان میں بننے ہوئے اونٹ بھی نظر نہیں آئیں گے انسان بھی نظر نہیں آئیں گے اگر یہ حالت رہی۔ میں مختصرًا بات کرنا چاہتا ہوں تو میں چاہتا ہوں کہ ٹریشری بختر بھی terms of support totally کرے ایک مفصل قرارداد لے آئیں۔ اپیشل کمیٹی ہو ہاؤس کی، leader of the house اور references ہو اور اُس کے سامنے پھر opposition بیٹھیں اور progress یا کریں ہر دن کے بعد کے آپ نے کیا کیا ہے، کیا جواب دیا

ہے فیڈرل گورنمنٹ نے فیڈرل ادارے کیا کر رہے ہیں۔ فواد چودھری کو بہت سن لیا۔ بھی ہمیں سننا ہے انہوں نے۔ یہ میرا کہنے کا مطلب ہے۔ بہت شکریہ آپکا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جمالی صاحب۔ جی ملک صاحب!

میر نصیر احمد شاہواني: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! میرے خیال میں یہ ایک مشترکہ قرارداد ہے۔ جہاں تک اس میں خاران نوشکی اور دالیندین کا ذکر کیا گیا ہے اس کو پورے بلوچستان تک پھیلا جائے۔ کیونکہ یہ حالت پورے بلوچستان تک میں ہے۔ اور پورے بلوچستان اس خشک سالی سے متاثر ہے۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں اس کا ذکر کرتا چلوں کہ ثناء بلوچ نے اس پر تفصیل سے بات کی لیکن اس سے قبل بھی ایک بہت بڑی خشک سالی بلوچستان میں جو 1997ء سے شروع ہو کر 2005ء تک مسلسل 7 سالوں تک یہ خشک سالی بلوچستان میں جاری رہی۔ اور پھر اس طویل 7 سالہ خشک سالی کے بعد یہ کہا گیا کہ بلوچستان چونکہ ایک ایسے زون میں واقع ہے کہ یہ خشک سالی ایک دفعہ پھر بلوچستان کو اپنی لپیٹ میں لے گی۔ اُس وقت کی جو 7 سالہ خشک سالی سے بلوچستان میں جو نقصانات ہوئے اور بلوچستان کے زمینداروں اور مالداروں کے میرے خیال میں وہ ابھی تک یعنی وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہوئے تھے کہ یہ خشک سالی میرے خیال میں آج کی نہیں یہ جو 2005ء تک خشک سالی جاری رہی۔ اُس کے بعد تقریباً چار پانچ سال تک کچھ بارشیں ہوتی رہیں لیکن وہ بھی جوoutine کی بارشیں ہیں بلوچستان میں پہلے ہوتی تھیں یا برف باری ہوتی تھی، وہ بارشیں اور وہ برف باری بلوچستان میں نہیں ہوئی ہیں۔ اب 2008ء سے 2018ء تک جو کہ اب ختم ہونے جا رہی ہے میرے خیال میں یہ خشک سالی 2008ء سے شروع ہے۔ اور گزشتہ تین چار سالوں سے اس میں شدت آئی ہے اور خاص کر 2018ء میں میرا خیال یہ نومبر کا مہینہ ہے۔ یہ موسم سرما کی بارشیں تو اس وقت ضرور ہوتی تھیں لیکن اسی اسمبلی میں ہم لوگوں نے بارش کے لیے دعائیں بھی کی ہیں لیکن ابھی تک پورے بلوچستان میں میرے خیال میں کہیں بھی اس موسم کی بھی بارش نہیں ہوئی ہے۔ جناب اسپیکر! جو 1997ء سے 2005ء تک ان نقصانات کا میں تھوڑا سا ذکر کرتا چلوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تھوڑا مختصر کریں ملک صاحب! کارروائی آگے زیادہ رہتی ہے۔

ملک نصیر احمد شاہواني: جناب اسپیکر! یہ ایک مشترکہ قرارداد ہے میرے خیال میں آپ نے ایک ایسی time table کر کی ہے۔ کہ کسی کو آپ نے ---

جناب ڈپٹی اسپیکر: ابھی تک قرارداد نہیں ہے توجہ دلاؤ نوٹس ہے قرارداد اگر آگئی تو پھر اس پر بات کریں۔

ملک نصیر احمد شاہواني: اس پر تو ہم پورہ منٹ تک توبات کر سکتے ہیں۔ میرے خیال ہم نے شروع ہی نہیں کیا آپ کہہ رہے ہیں کہ مختصر کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں ملک صاحب! یہ توجہ دلا دنوں ہے قرارداد نہیں ہے۔ آپ دو منٹ بات کرنے دیں پھر اس کے بعد جی جی

ملک نصیر احمد شاہواني: آپ! بیٹھیں تھوڑا بروادشت کریں اُس کے بعد پھر ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب اسپیکر! اُس وقت جو خشک سالی اور قحط سالی رہی اُس میں زمینداروں کے 45 لاکھ شمردار درخت خشک ہو گئے۔ یا آپ اپنے ریکارڈ میں لیں اس کو آپ نوٹ کریں۔ 5 ہزار 1 سو 45 ہمارے زمینداروں کے زرعی ٹیوب ویل خشک ہو گئے۔ 3 ہزار 2 سو 45 کاریزات اور چشمہ جات خشک ہو گئے۔ اور 1 کروڑ 25 لاکھ جو بھیڑ بکریاں مالداروں کے پاس ہوتے تھے ان میں سے آدھے اس خشک سالی اور قحط سالی کی نظر ہو گئے۔ لیکن اُس کے بعد بھی اس قسم کی منصوبہ بننی نہیں ہوئی کہ آنے والے دنوں میں بلوچستان کو ایک دفعہ پھر اس خشک سالی کی پیٹ میں آنے والا ہے۔ اور آج تو یہ ہے کہ یعنی وہ routine اور موسمی بارشیں نہ ہونے کی وجہ سے خاص کر جب ہم کوئی کے شہری یہاں 23 لاکھ سے زیادہ لوگ بنتے ہیں۔ 60 لوگ ایسے ہیں جو میکر مافیا اور ٹیوب ویلوں سے پانی کا انتظام کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! اس مجموعی خشک سالی سے جو 1997ء سے 2005ء تک جاری رہی، اُس میں تقریباً بلوچستان کے زمینداروں، مالداروں کا 6 سوارب روپے کا نقصان ہوا، آپ یہ نوٹ فرمائیں۔ لیکن اُس وقت کیا، کیا گیا کہ بلوچستان کو 5 دفعہ آفت زدہ قرار دے دیا گیا۔

آفت زدگی میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی علاقے کو آفت زدہ قرار دے دیا جاتا ہے تو اُس علاقے میں زمینداروں نے کوئی قرضے لے لیتے ہوں جس طرح ثناء بلوج نے کہا وہ معاف کیا جاتا ہے۔ ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے بلا سود قرضے دیے جاتے ہیں۔ مالداروں اور جو مال مویشی جو مالدار لوگ ہیں انکو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے انکی مدد کی جاتی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے کہ ایک روپیہ نہ زمینداروں کو دیا گیا compensation کے لیے نہ مالداروں کو دیا گیا۔ اور آج پھر ہم ایک بہت بڑی خشک سالی کی پیٹ میں ہیں جس طرح نواب صاحب نے پچھلے دنوں اپنی تقریب میں اس بات کا ذکر کیا کہ بلوچستان کو آفت زدگی کے ساتھ ساتھ جائے۔ تو میں بھی یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ بلوچستان کو آفت زدہ ضرور قرار دیا لیکن اس آفت زدگی کے ساتھ ساتھ جو آئندہ آنے والے جو اس کے نقصانات ہیں جو اسکے اثرات زمینداروں، مالداروں اور صوبے پر پڑنے والے ہیں۔ اُس کے لیے بھی اس قسم کی حکمت عملی ہونی چاہئے کہ پھر اس سے جو متاثرہ لوگ ہوں گے، زمینداروں ہوں

گے، مالدار ہوں گے اُن کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے ایک ایسے سمجھ کا اعلان کیا جائے کہ کم از کم پھر ان کے ساتھ مدد ہوں اور ان کے نقصانات کا ازالہ ہو۔ تو جناب اسپیکر! آپ نے دیکھا کہ پچھلے سال جب بارشیں نہیں ہوئیں تو ہماری پیاز کی فصل متاثر ہوئی۔ اور یہ صوبہ تقریباً 4 لاکھٹن کے قریب پیاز پیدا کرتا ہے۔ صرف ایک چھوٹی سے بات آپ اسکونوٹ کریں کہ جب اسی موسم میں یہ اکتوبر اور نومبر میں ہم پیاز کاشت کرتے ہیں، قدرت کی طرف سے یہ ہوتا ہے کہ کچھ بارشیں ہوتی ہیں۔ وہ بارشیں ہوئی نہیں وہ پیاز اگ نہ سکی اور ساتھ ہی ایک ماہ تک ہماری بکلی بھی بند رہی۔ اُس بحران کی وجہ سے بلوچستان کی جو 4 لاکھٹن پیاز پیدا ہوتی ہے وہ کہیں جا کے میرے خیال میں ایک، ڈیڑھٹن تک محدود ہو گئی۔ اور آپ نے دیکھا کہ ملک کی تاریخ میں پہلی دفعہ پیاز میں ایک بوری 9 ہزار روپے میں بھی بکی۔ یہ فوڈ سیکورٹی کا بھی problem ہوتا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ صوبہ 12 لاکھٹن کے قریب ٹھماڑ بھی پیدا کرتا ہے جو ملکی ضروریات کو میرے خیال میں 6 ماہ تک ہم اس پورے ملک کو چلا سکتے ہیں۔ اگر یہ خشک سالی اور یہ قحط سالی ہوتی ہے تو اس سے پھر پورا صوبہ متاثر ہو گا۔ تو میں بھی شاء بلوج کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ حزب اقتدار کے ہمارے جودوست ہیں یہ ایک اہم اور ایک سگین مسئلہ ہے۔ بجائے اس بات کی آپ کہتے ہیں ”کہ آپ کوشش کریں کہ آپ مختصر کریں“۔ بلکہ اس پر سب کو موقع ملنے چاہئیں۔ اس پر بحث کریں اور یہ جو سب سے زیادہ بلوچستان متاثر ہو گا معاشری طور پر وہ اس خشک سالی سے ہو گا اور بلوچستان کے 80% لوگوں کا ذرائع معاش مالداری یا زمینداری پر ہے۔ اگر اس پر بھی اس اسمبلی میں آپ بحث نہیں کرواتے اُس پر بات نہیں کرواتے ہو اس کے لیے ہمیں time نہیں ہے میرا خیال میں پھر اس اسمبلی میں جناب اسپیکر! بیٹھ کر چائے پینے سے اُس سے اچھا ہے ہم اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ میرے خیال میں آپ تھوڑی برداشت کریں۔ آپ جلدی بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُس دن بھی میرے خیال میں آپ نے دو تین باتیں کیں یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب! اگر ہر بندہ اتنی بھی بھی بات کریں گا۔ تو اہم جو۔ جی۔ جی۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: آپ کا ختم ہونے والا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ نواب صاحب بھی اس پر بات کریں۔ اسد بلوج بھی بات کریں، حاجی محمد خان بھی زمیندار ہیں، وہ بھی اس پر بات کریں۔ یعنی یہ ایک اہم سگین مسئلہ ہے کہ آئندہ آنے والے دنوں میں بلوچستان کے لیے کون سی حکمت عملی بناتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں نہیں ملک صاحب! بیٹھ بات کریں to the point بات کریں۔ سب کو بات کی اجازت ہے دو دو، تین تین منٹ سب بات کریں۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: شکریہ جناب اسپیکر! بات یہ ہے کہ پہلے تو میری گزارش ہے ٹریوری پھر سے کہ اتنی کم تعداد ہونے کے باوجوداً گریہ توجہ دیں حزب اختلاف کی ان فریادوں کو، تو یہ بہتر ہو گا۔ میرا خیال میں یہ منسٹری کے اُس میں اپنے discussion میں لگے رہتے ہیں۔ میں ادھر سے دیکھ رہا ہوں اور house میں شور ٹریوری پھر کی طرف سے آ رہا ہے۔ تو میں اپنے بھائیوں سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ بیہاں موجود ہیں صرف ظہور بلیدی صاحب کے ذمہ یہ ساری باتیں نہ چھوڑیں وزراء صاحبان ہیں ذرا غور سے سناؤ کریں۔ اور یہ کسی واحد فرد کا درد نہیں ہے پورے بلوچستان کا درد ہے آپ ہم سب اسی کشتی میں سوار ہیں۔ اُس کے بعد میں یہ گزارش کروں گا کہ جناب شناہ صاحب نے جو توجہ دلاؤ نوٹس پیش کیا ہے۔ اور اُس پر جتنی بھی سیر حاصل گنتگو ہوئی ہے چاہے شناہ صاحب نے کی ہو چاہے جمالی صاحب نے کی ہو یا ابھی نصیر شاہ وانی صاحب نے کی ہے یا باقی ساتھی بھی کریں گے یا ایک اجتماعی مسئلہ ہے۔ اور ہم سب کو درپیش ہے پورے بلوچستان اس سے دوچار ہے۔ تو میری گزارش تو یہ ہو گی house پورے سے اس توجہ دلاؤ نوٹس کو resolution میں تبدیل کیا جائے۔ اور پھر جو گزارشات شناہ صاحب نے پیش کی ہیں اس پر بیٹھ کے اس کو درست کیا جائے جو ممکنات میں سے ہے وہ اس میں شامل کی جائے۔ اتنی باتیں بھی شامل نہ کی جائیں کہ فیڈرل گورنمنٹ بھی بے بس ہو اور صوبائی حکومت بھی بے بس ہو۔ جو ممکنات میں سے ہو وہ شامل کی جائے اور house کو پورے resolution کے اتفاق سے منظور کی جائے۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں اس کی منظوری کے بعد کمیٹی کی ضرورت ہے بھی پہلے تو اس resolution کو منظور کیا جائے۔ اور بیہاں سے پاس کیا جائے پھر کمیٹی بعد میں اسپیکر صاحب اور house کی مرضی ہے اس کو pursue کرنے کے لیے جو suggestion آئی ہے وہ پیش بنائی جائے لیکن اس وقت اس کی منظوری کے لیے اس کو resolution میں تبدیل کرنے کے لیے پورا house سے آپ رائے لیں۔ اور اگر پورا house متفق ہے تو اس قرارداد کی شکل میں اس کو منظور کیا جائے۔ اور اُس کے بعد آپ جو بہتر سمجھتے ہیں شناہ صاحب سے اور سیکرٹریٹ والوں سے بیٹھ کے اس کی نوک پلک کو درست کر کے اس resolution کو اتفاق رائے سے منظور کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آغا صاحب! جی ریکی صاحب! آپ بات کریں۔

میرزا بدعلی ریکی: اسپیکر صاحب! واقعی یہ خشک سالی پورے بلوچستان میں تمام districts میں ہے۔ جیسے شناہ بھائی نے کہا کچھ اور دوستوں نے کہا۔ یہ خالی ضلع چاغی میں نہیں ہے کہ ضلع چاغی میں سوڑک گئے ہیں یعنی یہ واشک میں خشک سالی نہیں ہے پنجگور میں نہیں ہے آوارن میں نہیں ہے۔ کچھ اور جگہوں میں نہیں سب جگہوں میں

ہے۔ اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کریں۔ اس طرح PDMA کے ساتھ debate کو districts میں لیں۔ دوسرا جناب اپیکر صاحب! منسٹر صاحب بیٹھے ہیں یہ earthquake ہوا ماٹکیل میں 16 اپریل 2013ء میں۔ ماٹکیل اس وقت district واشک کی تحریکیں ہے، تو وہاں 15 بندے جاں بحق ہوئے 23 بندے زخمی ہوئے جبکہ 4 ہزار 6 سو 36 گھر ختم ہو گئے۔ پچھلی گورنمنٹ نے اسے نظر انداز کیا۔ منسٹر صاحب بیٹھے ہیں اس کی کاپی ہم دینے گے PDMA کو۔ Earthquake please kindly یہ اس کے بعد آواران میں ہوا وہاں بھی فی گھر میں 2 لاکھ 50 ہزار اُن لوگوں کو ملا۔ زیارت میں بھی ہوا وہاں بھی ملا۔ کیوں ماٹکیل بلوچستان کا حصہ نہیں ہے پاکستان کا حصہ نہیں ہے؟ وہ مسلمان نہیں ہیں بارڈرنیس ہے۔ ہمارے ہاں آپ مہربانی کریں منسٹر صاحب آپ کمیٹی بنائیں یہاں منسٹر فناں عارف محمد حسنی بھی بیٹھے ہیں۔ ہم پاکستانی ہیں محبت وطن ہیں تحریکیں صرف اس وجہ سے اپیکر صاحب! نظر انداز ہوا کہ 50 سے 60 ہزار ریکی tribe وہاں میں اس وجہ سے ایک روپیہ آج تک وہاں نہیں ملا۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ ریکی صاحب! جی یونس عزیز زہری صاحب۔

میر یونس عزیز زہری: شکریہ اپیکر صاحب۔ یہ جو خشک سالی کے بارے میں شاء صاحب جو توجہ دلاؤ نوٹس اور دوسرے دوستوں نے پیش کیا، اُن سے میں یہی کہوں کہ نوشگی، خاران اور دالبندین کے علاوہ پورا بلوچستان اس کی لپیٹ میں ہے۔ بجائے کہ یہ تین جگہوں کا نام لینے سے بہتر ہوتا کہ پورا بلوچستان کا نام ہوتا تو زیادہ بہتر تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کو مزید طول دینے سے بہتر ہے کہ اسکے لیے جیسے کہ دوستوں نے کہا کہ قرارداد منظور کی جائے۔ اس میں میرے خیال میں کسی کو کوئی نقصان نہیں ہو گا اس کا فائدہ پورے بلوچستان کو ہو گا۔ دوسرا یہ ہے کہ میرے دوست زابد صاحب نے ماٹکیل کے بارے میں بات کی۔ سننے میں تو یہ آیا ہے ماٹکیل میں جو زلزلہ ہوا تھا اس کے ابھی تک کوئی لگ بھگ 9 کروڑ کے قریب شاید اوپر بیچے ہوں، اتنے پیسے ڈپٹی کمشنر کے account میں پڑے ہوئے ہیں وہ حقدار کو ابھی تک نہیں ملے ہیں۔ اس پر بھی ذرا منسٹر صاحب توجہ دے دیں اور ان کو دیکھ لیں کہ آیا وہاں کے لوگوں کا جو حق ہے وہ اتنے time سے کیوں نہیں مل رہا ہے اگر نہیں ملا ہے تو اب ان کے لیے کمیٹی بنائی جائے یا منسٹر صاحب خود اس کو توجہ دے دیں تاکہ حقداروں کو اُن کا حق ملے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اپیکر: شکریہ زہری صاحب! جی ترین صاحب! آپ ایک دفعہ بیٹھیں جی احمد نواز صاحب!

آپ دو منٹ بات کریں اس کے بعد آپ۔ جی۔

جناب احمد نواز بلوچ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ جناب اپیکر! میں شاء بلوچ کے توجہ دلاؤ نوٹس کی تائید

کرتا ہوں۔ اس حوالے سے اس کو پورے صوبے پر نافذ کیا جائے جن اضلاع کا ذکر نہیں کیا گیا ہے اُن کو بھی اس میں شامل کیا جائے اس میں مستونگ، بولان، پشین، سچ، فلات، سوارب، لورالائی، ڈیرہ بکٹی، بارکھان، موسیٰ خیل، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، اور اسکے علاوہ جتنے بھی district رہ گئے ہیں اُن کو بھی شامل کیا جائے اور ایک اچھی سی کمیٹی ایس ایوان میں اس کو مشترکہ قرارداد منظور کیا جائے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ جی ترین صاحب۔

جناب محمد اصغر ترین: شکریہ جناب اسپیکر! خشک سالی کی بات ہو رہی ہے، یہ بالکل ایک دواضیاع کا مسئلہ نہیں ہے، یہ تمام بلوچستان کا مسئلہ ہے بالخصوص اس بلوچستان کے حوالے سے میں اپنے ضلع کی ایک بات کرنا چاہوں گا کہ پشین آج سے 30 سال 40 سال پہلے ایک زمینداری کا گڑھ سمجھا جایا کرتا تھا۔ آج کل حالت یہ ہے کہ 10 لاکھ سے زائد لوگوں نے درخت کاٹ دیے ہیں آپ کے مویشی کی حالت بالکل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور بالکل جو پانی کا level ہے وہ ہزار فٹ سے 12 سو فٹ پر چلا گیا ہے جناب اسپیکر! حالات اس طرح ہیں کہ لوگ فاقوں پر مجبور ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اس 5 سے 20 سال میں 10 لاکھ درخت کاٹے گئے ہیں یہ وہ لوگ تھے جن کا ایک زمینداری سے بڑا اچھا تعلق تھا پانی اُن کو ملا کرتا تھا۔ گورنمنٹ اُن کی help کرتی تھی لیکن آج کل یہ لوگ فاقہ پر مجبور ہیں۔ ثناء بلوچ صاحب نے اپنے توجہ دلاؤ نوٹس میں میری اُن سے گزارش ہے کہ تمام تراس میں بلوچستان کے تمام اضلاع کا ذکر کیا جائے کیونکہ یہ ایک ضلع کا مسئلہ نہیں ہے یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے اور اس سے یہ گزارش کی جاتی ہے کہ وفاقی حکومت سے رابطہ کیا جائے اور انکو relief دیا جائے اور زمینداروں کو ریلیف دیا جائے اور انکو ایک اچھا پیکنچ دیا جائے تاکہ یہ اس دلدل اور ان مشکلات سے باہر نکلیں۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکریہ ترین صاحب! ویسے توجہ دلاؤ نوٹس میں صرف محکم بات کرتا ہے خیراً ہم issue ہے چلیں صحیح ہے۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! یقیناً برقت توجہ دلاؤ نوٹس ہے۔ اس میں جہاں تک یہ کہا گیا کہ تمام صوبے میں اس وقت ہم قحط اور خشک سالی کا سامنا کر رہے ہیں۔ صرف یہ جو تین اضلاع ہیں ان میں بشمول ان تین ڈسٹرکٹ کا۔ پھر وہی رونا ہے کہ جو بھی چیزیں اس ملک میں آتی ہیں چاہے سی پیک ہو چاہے دیگر ہوں۔ وہ پہلے پنجاب پھر سندھ کو نوازا جاتا ہے اسی میں ہم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جناب اسپیکر! اگر قحط کی، خشک سالی کی، جس طرح ملک صاحب نے اس کی ایک پوری تفصیل بیان کی۔ کہ پہلے جب یہاں خشک سالی شروع

ہوئی 1997-98ء میں۔ پھر 2005، 2006 اور اب یہ 2018ء اور شاید مزید کچھ سال تک خشک سالی ہو اور بارشیں نہ ہوں۔ جب بارشیں نہیں ہو گئی تو قحط ہو گا۔ تو مختلف بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔ تو بہت ساری ایسی بیماریاں ہوتی ہیں جو قحط کی وجہ سے آ جاتی ہیں۔ اب اس کا اور کوئی حل نہیں اب بیہاں ملک میں آپ نے دیکھا کہ پتہ نہیں کتنے ارب سے گرین پاکستان کا پراجیکٹ شروع کیا گیا ہے۔ پتہ نہیں کتنے ارب درخت لگائے جا رہے ہیں اُس میں ہمارا صوبہ شامل ہے؟ کیا بیہاں کتنے کروڑ درخت لگائے جائیں گے؟ اس لئے یہ خشک سالی، ویسے بھی ہم نے جنگلات کاٹ دیئے۔ زیارت کا جنگل ایشیاء کا دوسرا بڑا جنگل تھا اُس کو ہم نے کاٹ دیا۔ اور اس کے ساتھ قلات میں ہر بولی کا جنگل ہے وہ بھی صنوبر کا ہے اُس کی کیا صورتحال ہے؟ ابھی کچھ عرصہ پہلے بیہاں question آیا تھا کہ شاید پی پی ایل وہ وہاں بور لگانا چا رہا ہے وہاں درخت کاٹے جا رہے ہیں۔ اب ہم سوئی گیس 1950ء سے دے رہے ہیں اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوا ہے۔ لیکن اُس کے بد لے آپ پیڑوں نکالنے کیلئے آپ درخت کاٹ رہے ہیں۔ جب آپ درخت کو کامیں گے تو لامحالہ بارشیں نہیں ہو گئی کیونکہ جو climate changes آ رہے ہیں تمام دنیا میں، اُس میں لوگ جو اتنا وہ کر رہے ہیں کہ اپنے کارخانے بند کر رہے ہیں۔ کہ تاکہ ماحولیات میں خلل نہ پڑے۔ بارشیں ہو جائیں لیکن بیہاں ہمارے حالات کی حد درجہ بہت خطرناک صورتحال ہے۔ آپ نے دیکھا جب چا غی میں ایسی دھماکہ ہوا، اُسکے بعد یہ خشک سالی نے بیہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ اُس کی وجہ سے کیا صورتحال ہے یقیناً یہ بڑے بڑے سائنسدان ہی بتاسکتے ہیں۔ لیکن ہم جیسے لوگ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اُس دھماکے کے بعد ہمارا صوبہ قحط اور خشک سالی کا شکار ہوا۔ اب میری گزارش یہ ہے کہ ہم اس حوالے سے اگر اس alarming position پر توجہ نہیں دی۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم خود بخوبی پیٹھ کر اپنی تباہی کا سامان خود پیدا کر رہے ہیں۔ تو میری گزارش ہو گی حکومت سے کہ ہذا را! اس بات کو آپ سمجھیدہ لیں۔ سی پیک میں ہمیں کامل طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ سی پیک میں ہم شامل نہیں ہیں۔ وہ مغربی رُوٹ ہے جو سب سے پہلی ترجیح ہے۔ آل پارٹیز کا نفرس میں بھی اُس کا کہا لیکن وہ پھر بھی شامل نہیں ہے۔ اب یہ جو گرین پاکستان ہے۔ پتہ نہیں کتنے ٹریلین کتنے ٹریلین درخت لگا رہے ہیں۔ اُس میں ہم شامل نہیں ہیں۔ تو کیسا ہم خشک سالی اور قحط کا یہ سال ختم کر سکیں گے۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ حکومت اس پر خصوصی طور پر توجہ دے۔ جب ہمارے پاس ڈیم نہیں ہوں گے، پھر وہی بات آتی ہے ڈیموں کی۔ وہ بھی بڑے بڑے ڈیمز، ایسی تمام ندی نالوں کو ہمیں بند کرنا ہو گا۔ جہاں سے پانی نکلتا ہے، اسلئے کہ بہت بڑے ڈیموں سے بڑے بڑے نقصانات کا خدشہ بھی ہے۔ تو ہمیں ہر پہاڑی پشتہ میں کہتے ہیں ”ہرشیلہ“، یعنی ہر وہ جگہ جہاں سے

پانی بکتا ہے ہمیں ایسا ڈیلے ایکشن ڈیم بنانا چاہیے، چھوٹے ڈیمز بنانے چاہئیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ جی مینگل صاحب! مختصر کریں۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب اسپیکر! میں اس توجہ دلا و نوٹس کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہوں۔ یہ صرف چند اضلاع کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔ اس میں جو تجاویز آئی ہیں ان کی بھی حمایت کرتا ہوں۔ لیکن ہمیں چاہئے کہ اس مسئلے کا حل نکلے۔ مختلف اضلاع اس کا شکار ہیں میرے اپنے ضلع میں بہت ساری واٹر سپلائی اسکیمیں، پانی کی زیریز میں سطح گر رہی ہے تو وہ بند ہو چکی ہیں۔ تو اس کیلئے محکمہ پی اچ جائی کو حکم دیا جائے کہ نئے بورگائے جائیں تاکہ واٹر سپلائی اسکیمیوں کو شروع کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ وفاق سے یہ درخواست کی جائے کہ 200 ڈیمز کا جو پروگرام تھا اس کو بڑھا کر 600 یا 700 ڈیلے ایکشن ڈیم کا پروگرام بنایا جائے۔ تاکہ جو زیریز میں پانی کی سطح گر رہی ہے اس کو کنٹرول کیا جاسکے۔ جناب thank you اسپیکر۔

محترمہ شکیلیہ نویدور قاضی: جناب اسپیکر! thank you so much! میں بالکل ثنااء بلوچ صاحب کی توجہ دلا و نوٹس کی حمایت کرتی ہوں۔ اس میں نہ صرف ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری crops وغیرہ جارہی ہیں بلکہ اس سے بچوں کی صحت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ حال ہی میں ایک رپورٹ میں نے دیکھی تھی خاران میں، جس طرح بچوں کی پیدائش کے بعد جس طرح ہمارے ”تھر پارکر“ وغیرہ میں وہ لاغر بچے بیاری کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں زیادہ تر skin diseases کے مریض بلوچستان میں آج کل زیادہ آپ کو رخشاں اسی بیلٹ سے مل رہے ہیں۔ تو اس کی میرے خیال میں وجوہات یہی ہیں کہ drought ہے، ایک تو desertification ہمارا بڑھ رہا ہے۔ اور جو بات انہوں نے کی کہ واٹر یعنی چیک ڈیمز کی بات کر رہے ہیں ہمارے بلوچستان میں ٹوٹل کرنے چیک ڈیمز ہیں۔ ایک تو باشیں نہیں ہو رہی ہیں اگر وہاں ہمارے پاس واٹر اسٹورنج کیلئے کسی قسم کے چیک ڈیمز نہیں ہیں۔ اس سے بچے اور عورتیں بھی متاثر ہو رہی ہیں۔ climate change کی وجہ سے باشیں نہ ہونے کی وجہ سے drought ہے۔ desertification کی وجہ سے باشیں نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی الیہ یہ ہے کہ ہمارے لوگوں میں جو زمیندار لوگ ہیں آج تک سیب کی کاشتکاری میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کا بورنگ کا یعنی پہلے یہ تھا کہ میٹر پالیسی کو میں نے دیکھا نہیں۔ Sorry, I am not sure

بلوچستان میں جو واٹر کی گرتی ہوئی ٹیبل ہے۔ اس کی وجوہات یہ ہیں کہ بورنگ بھی ہیں کیونکہ اس کا جو قانون ہے،

وہ کبھی کسی نے apply نہیں کی ہے۔ ہر جگہ بونگز لگے ہوئے ہیں جس سے واٹر بیبل روز بروز گرتی جا رہی ہے۔ پھر ہم نے لوگوں میں آج تک awareness نہیں لائے ہیں۔ اگر ایک low-delta crops، اب ضروری نہیں ہے کہ چاہے خانوں کی، چاہے مستونگ، ہڈکوچہ آپ جا کر دیکھیں، صرف سیب کے باغات ہیں۔ زعفران بھی لگاسکتے ہیں اس میں ایر ڈ زون کا بڑا اچھا کردار ہو سکتا ہے۔ کہ وہ research-based کوکاشت کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسی طرح ہمارے اس ایئریے میں، پشتوں بیلٹ میں۔ ابھی چونکہ climates change کے ساتھ میرے خیال میں ابھی جو سبزیاں یا فروٹ، پھل جو بھی لگاتے ہیں اس پر بھی باقاعدہ ایک ریسرچ ہونی چاہئے کہ ہم low-delta-crops productive crops پر کس طرح جاتے ہیں کہ ہماری واٹر بیبل بھی نیچے گرنے سے ذرا فیکٹ جائے۔ اور اس پر ایک قرارداد کی صورت میں میرے خیال میں اس ہاؤس سے جانا چاہئے کیونکہ یہ ہم سب کیلئے ہے صرف کچھ علاقوں کے لئے نہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ میدم! جی اسد صاحب۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر حکومت خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل اینجینئرنگ): شکریہ اسپیکر صاحب!

بسم اللہ الرحمن الرحيم۔ یہ توجہ دلاؤ نوٹس جو محترمین نے پیش کیا ہے، بلوچستان کے مسائل و تقاضوں کا جواب آتے ہیں یہ ساتھی بہتر طریقے سے انکو ایڈریس کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! کچھ چیزیں قدرے مشترک ہیں نہ وہ اپوزیشن کی ہیں نہ ٹریئری پنځر کی۔ قدرتی آفات کہاں آتی ہیں اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں بین الاقوامی ایک ریسرچ کے مطابق جو "یوکوزون" ہے۔ اس میں خاص کر بلوچستان کے بارے میں بہت خطرناک indicator ہے وہ کہتے ہیں کہ آنے والوں دنوں میں زمینی سمندری فضائی آفٹوں کے آنے کے خدشات ہیں۔ NASA کی رپورٹ ہے اور جنوبی ایشیاء کے جو ریسرچ زون ہے اُس کی بھی یہی رپورٹ ہے۔ بلوچستان میں خشک سالی کی وجہ سے پچیس لاکھ لوگ شہروں میں آگئے۔ پہلے جب بارشیں ہوتی تھیں بارانی زمین تھی، ہمارے لوگ جو ریڑ اور مالدار تھے، اُس پر وہ اپنਾ گزارہ کرتے تھے۔ لیکن خشک سالی کی وجہ سے وہ اتنے متاثر ہوئے ہیں کہ پورے شہر میں، یہاں نہ کوئی کارخانہ ہے نہ کوئی ذریعہ معاش ہے۔ جناب اسپیکر! جو قرارداد مشترک ہو، میں اسکی حق میں ہوں بلکہ اس میں ہم ایک مشترک قرارداد، اپوزیشن کے ساتھ میں کسی پیک کے حوالے سے، وزیر اعظم کا سعودی کا دورہ، حالیہ China کے دورے، چھار بڑا لرز China کے دورے اور تین ارب بڑا لرز سعودی

کے دورے میں، اتفاق رائے سے ملے ہیں۔ ان پیسوں میں سے ایک ارب ڈالر زبان بلوچستان کی خشک سالی کیلئے دیا جائے ایک ارب ڈالر ز۔ اور جتنے بھی اصلاح ہیں ان کیلئے بہتر طریقے سے managements اور سماحتی جو ہمارے بیٹھے ہوئے ہیں اس امید کے ساتھ کہ ہم ملکہ اسلام آباد میں جا کے اپنے اس پراجیکٹ میں بہتر ایک عمل جو کرنا چاہتے ہیں اسیمیں ہمارا ستھد دینگے۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اسد بلوچ صاحب۔ جی رحیم مینگل صاحب۔

با یوم رحیم مینگل: جناب اسپیکر! توجہ دلا و نوٹس پر شناہ بلوچ صاحب، اسد بلوچ صاحب اور باقی دوستوں نے جو بات کی۔ پورا بلوچستان اس سے متاثر ہے۔ میں اپنے نوٹکی کے بارے میں کہتا ہوں کہ نوٹکی کے 80% لوگ مالدار اور زمیندار دونوں۔ جناب اسپیکر! کل میں نوٹکی سے آیا تو وہاں منڈی میں بھیڑ کبریاں جو پہلے پندرہ، سولہ ہزار کی ملتی تھی اب آپ کو کچھ ہزار میں مل رہے ہیں۔ مالدار کو بالکل بتاہ ہوئے ہیں۔ اس میں ہمارے سب دوستوں نے بات کی ہے۔ جیسا کہ بھی اسد بلوچ صاحب نے بات کی۔ ہم سب اس کی حمایت کرتے ہیں اور یہ قرارداد کی شکل میں اس اسمبلی سے پاس ہو جائے۔ دوسری بات اس موضوع سے ہٹ کر تھوڑی اپنا نوٹکی کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں۔ نوٹکی افغان بارڈر پر اس ثانیجاڑ لگ رہے ہیں بارڈسیل ہورہا ہے۔ تقریباً 120 سے 125 کلومیٹر نوٹکی افغان بارڈر ہے۔ لیکن سُننے میں یہ آرہا ہے جناب اسپیکر اہماً رے جو گدر سے بارڈر زگ زگ جا رہا ہے۔ لیکن کسی جگہ سے آٹھ کلومیٹر کسی جگہ سے دو کلومیٹر کسی جگہ سے دو کلومیٹر بارڈر کو اندر کی طرف سے باڑا گا رہا ہے۔ جناب اسپیکر! ہم لوگ اپنے بلوچستان کی ایک انج ز میں بھی افغانستان کو نہیں دینگے۔ لہذا بارڈر بالکل سیل ہو جائے لیکن بارڈر کے اوپر سے ہک دے دن اگر دوں کلومیٹر چھوڑ کر اپنے بارڈر کو اندر کی طرف سے لارہے ہیں۔ افغان چوکیاں آئیں دس کلومیٹر آگے تو پھر کیا ہوگا۔ شکریہ

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی وزیر محکمہ پی ڈی ایم اے۔

میر سعیم احمد کھوسہ (وزیر محکمہ داخلہ و قائمی امور اور پی ڈی ایم اے): شکریہ جناب اسپیکر صاحب! یہ ایک اہم نوعیت کا توجہ دلا و نوٹس تھا۔ اس پر میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے ایک گزارش کروں گا اپنے دوستوں سے کہ بالکل یہ بلوچستان کا معاملہ ہے سب علاقوں کا معاملہ ہے۔ اور خشک سالی بالکل ہے اور اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ لیکن دوستوں نے کہا کہ اسکو ایک قرارداد کی صورت میں لے آنا چاہیے۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے اگر وہ آج کرنا چاہتے ہیں وہ آج کریں لیکن میری ایک گزارش ضرور ہوگی کی تھوڑی سی جلد بازی میں ہم لوگ چیزوں کو ادھر ادھر کر لیتے ہیں۔ اگر اپوزیشن اور ہم دونوں بیٹھ کر کے ایک ڈرافٹ بنالیں۔ تو اس کو

next session میں لے آئیں تو سب سے بہتر یہ ہو گا کہ قرارداد ہم اُس وقت پاس کریں جسکی ایک بہتر طریقے سے اہمیت بھی ہو اور بہت ساری چیزیں اس میں ایڈریس بھی ہو جائیں جائے کہ جلد بازی کی جائے۔ اور باقی رہائش سالی کے حوالے سے پی ڈی ایم اے نے جو کام یہاں کیا ہے ہم نے تقریباً بلوچستان کے DC's کو لکھا ہے کہ وہ ہمیں روپڑ دے کر اُسکے ضلع کے کیا حالات ہیں؟ اور کافی ہمارے پاس ابھی چکے ہیں اور ان پر کام بھی ہو چکا ہے۔ چاغی میں اس وقت ہم نے فوڈ اور نان فوڈ کی چیزیں وہاں بھجوادی ہیں۔ تقریباً پانچ ہزار خاندانوں کیلئے۔ اور دوسرا ڈسٹرکٹس کیلئے بھی جلد از جلد ہم یہ کام شروع کر رہے ہیں اور بھجوار ہے ہیں۔ جہاں تک ثناء صاحب نے کچھ بتیں کیس کچھ آئمزا یسے ہوتے ہیں جن کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن وہ ہم اپنی طرف سے نہیں بھجواتے ہیں یہ ڈیماڈ آتی ہے ڈی سی کی جانب سے اور دوسرا چیزیں جیسے ٹینٹ وغیرہ ہم تب ہم یہ بھجواتے ہیں۔ یہ بھی میں گزارش کرتا ہوں کہ گذشتہ حکومتوں کی صحیح پالیسی نہ ہونے کی وجہ سے چیزیں ہمیشہ خراب رہی ہیں۔ جس طرح ہماری اپوزیشن یہاں بہت ہی اہم نوعیت کی چیزیں لے آتی ہے اور بہت ہی سنجیدہ بنیاد پر۔ اسی طرح ہماری بھی یہ خواہش اور کوشش ہے کہ ماضی میں جو بھی خرابیاں اس صوبہ میں ہوئی ہیں۔ کم سے کم ہماری اس حکومت میں اور اس اپوزیشن کے ہوتے ہوئے یہ سلسلے نہ ہوں، ہم اس طرح کی چیزیں بناتے ہیں کہ یہاں تک اس دروازے تک بناتے ہیں لیکن آگے کیا ہونا ہے اُس کی وجہ سے یہ چیزیں خراب ہو جاتی ہیں۔ ہماری کوشش ہو گی کہ مستقل طور پر ہم یہ کوشش کریں کہ خشک سالی پر ایسے ایسے منصوبے بنائے جائیں تاکہ لوگوں کو ریلیف ملے ایک صحیح طریقے سے ناں کہ صرف یہ فوڈ کے آئینہ دینے اور تھوڑی دریکیلے اُنکے مسئلے مسائل حل ہوں۔ لیکن مستقل طور پر وہ اُسی طرح اپنی زندگی گزاریں۔ اسلئے مستقل بنیادوں کیلئے بھی منصوبے بنائے جائیں گے۔ جس طرح جمالی صاحب نے کہا کہ ہمارا علاقہ گرین بیلٹ ہے نصیر آباد ڈویژن۔ جس طرح کیر تھر کو پانی کا جو حصہ بنتا ہے وہ نہیں ملا ہے اسی طرح ہمارے پٹ فنڈر کو بھی نہیں ملا۔ وہاں بھی یہی جو ہے سلسلے ہیں خشک سالی حالانکہ گرین بیلٹ کے ہوتے ہوئے بھی۔ تو اس پورے سلسلے کو ہم نے دیکھا ہے۔ کوشش کریں گے کہ زیادہ کام کریں۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اس کو اگلے سیشن میں اگر ہم لوگ بیٹھ کر ایک ڈرافٹ بنائیں، صحیح طریقے سے تاکہ یہ جس کو میتح دینا چاہتے ہیں وہاں بہتر طریقے سے ایک میتح چلا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ کھوسہ صاحب!

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر اور شکر یہ سلیم جان! بالکل آپ اور تمام دوستوں کا بالخصوص حکومت کی جانب سے اسد جان اور جان محمد جمالی نے اُنھیں کی جو حمایت کی ہے، ہمارے اس توجہ دلانہوں کا تمام اپوزیشن

کے اراکین نے ویسے You are absolutely right کو توجہ دلا داؤنس پر جو لوگوں کا نام ہوتا ہے، لیکن یہ اچھی روایت ہے کہ بلوچستان میں جو تکلیف وہ صورتحال پیدا ہوتی ہے اُس پر ہم سب نے مل کر ایک مطبع نظر فیصلہ کرنا ہے۔ صرف سلیم جان کی اطلاع کیلئے کیونکہ اگلا سیشن ہمیں پہنچنے والے ہمیں ایک ماہ یا دو ماہ بعد آئے۔ 7 ستمبر 2018ء کا ایک لیٹر ہے۔ نیشنل ڈیز اسٹرمنجمنٹ اخباری، پرائم منٹر آفس اسلام آباد کا۔ میں اس کی صرف دولائیں پڑھ کر سننا ہوں گا آپ کو خود اندازہ ہو گا کہ situation کتنی severe ہے۔ اس کے علاوہ میرے سامنے UN کی ایک رپورٹ پڑی ہوئی ہے۔ ان کے drought assessment in the Province of Balochistan. اُس میں، کیونکہ کافی دوستوں نے کہا کہ اسکو بلوچستان کی سطح پر ہونا چاہیے تو آپ کو خود پتہ ہے ٹکنکی توجہ دلا داؤنس میں آپ کو کسی علاقے کا نام دینا پڑتا ہے۔ تو اسی لئے میں نے ایک دو علاقے کے نام دیے۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ پورے بلوچستان میں اور میری خواہش بھی یہی تھی کہ توجہ دلا داؤنس پورے بلوچستان کے حوالے سے زیر بحث آئے۔ اس میں سلیم صاحب اگر آپ دیکھیں پاکستان میتها لو جیکل ڈیپارٹمنٹ، Has issued the drought alert due to defical rainfall during this years Moon-soon season. تقریباً لکھا ہے The drought It has been predicted یعنی پیشگوئی کی جاری ہی ہے کہ like conditions make as severe in coming days. drought کی۔ یہ دیکھیں نیشنل ڈیز اسٹرمنجمنٹ اخباری جو پی ڈی ایم اے ہے جو پرانشل ہے۔ اور نیشنل ڈیز اسٹرمنجمنٹ اخباری نے، وہ خود کہتے ہیں کہ ہم یہ predict کر رہے ہیں، یہ زیادہ سے زیادہ تشویشاں ک صورتحال اختیار کر رہے ہیں۔ یہ ساری جو reports پی ڈی ایم اے نے بھیجی ہے میں یہ پڑھنیں رہا۔ ان سب کو اگر دیکھا جائے میں تو یہ کہتا ہوں کہ آج ہی۔ اس کی ایک وجہ ہے بات رہی قرارداد میں تبدیل کرنے کی ہاؤں بیٹھا ہوا ہے میں نے ایک چھوٹی سی قرارداد ڈرافٹ کر لی ہے آپ کے گوش گزار کر دوں گا۔ سارا ہاؤس سن رہا ہے۔ اگر بعد میں اسکی نوک پلک درست کرنی ہو، وہ کر دیں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کا آخری اجلاس ہے۔ اس آخری سیشن میں ایک بہت ہی strong message جانا چاہیے۔ جس طرح محترم اسد صاحب نے یہ بات کی کہ باہر سے China سے سعودی عرب یہ سے غربت کی مد میں یاد گیر میں کچھ تعاون کی امکانات ہیں۔ اور جو بھی ہمارا مطالبہ ہے ہم اس قرارداد میں ڈال رہے ہیں ہم اس کو justify بھی کریں گے اور یہ ہمارا حق بتتا ہے کہ ہم اپوزیشن اور حکومت۔ یہاں ہم آپ کیلئے اپوزیشن ہیں لیکن جب ہم

اسلام آباد جاتے ہیں تو آپ کی اور ہماری حیثیت ایک ہیں یہ بات اپ کے دوستوں کو گوش گزار ہونی چاہیے گوکہ جام صاحب کوشاید اس بات کا علم نہیں ہے جب وہاں ہم جائیں گے ہماری حیثیت دونوں کی ایک برابر ہے ہم اپوزیشن consider نہیں ہوتے۔ سر! ایک میں، ایک منٹ سلیم جان! اس میں، قرارداد کا متن یہ ہے صدیقی صاحب تھوڑی سے توجہ چاہیے احمد نواز صاحب سارے دوستوں کی کہ اگر کسی نے تبدیلی اس میں لانی ہے۔

یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ تمام ملکی اور عالمی اداروں کی روپورٹس کی روشنی میں بلوچستان میں جاری کئی سالوں سے خشک سالی کے پیش نظر بلوچستان کو آفت زدہ صوبہ قرار دیکر صوبے کی تباہ حال معیشت کے پیش نظر صوبے کے تمام زمینداروں کے زرعی فرضے بجلی کے واجبات ختم کر کے صوبہ بھر میں بجلی کے اٹھارہ گھنٹے تمام علاقوں میں رسائی کو ممکن بنایا جائے۔ خصوصی زرعی پیچ کیکھ، ٹریکٹر، تیج، کھاد اور بلا سود فرضے فراہم کیے جائیں اور بین الاقوامی اداروں کو کیونکہ انٹرنیشنل اینجنیئر جو کہ drought پر کام کرتی ہیں خشک سالی پر وہ خواہش مند ہیں بلوچستان میں آنے کے، بین الاقوامی اداروں سے مدد طلب کی جائے۔ علاوہ ازیں ہر ضلع میں قلت آب اور خشک سالی کے شکار علاقوں میں عوام کو پینے کے پانی کی فراہمی کیلئے تین ہزار سول پاور ٹیوب اسکیم فراہم کی جائیں۔ تین ہزار کو تقسیم کریں گے ہر ضلع میں سو ڈیڑھ سو چلے جائیں گے۔ خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں مال مویشی کے سینٹر زکو فعال کر کے ادویات اور مال مویشیوں کیلئے خوراک فراہم کی جائے۔ مزید برآں بی آئی ایس پی بینظیر انکم سپورٹ پروگرام۔ کیونکہ بیت المال زکوہ تو ختم ہو گئی صوبوں کے پاس آ گیا۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد۔ بیت المال کا ادارہ اب اتنا affective نہیں رہا، اب آپ کے پاس جو social security net سماجی تحفظ کا ایک جو واحد ادارہ رہ گیا ہے، اُسے بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کہتے ہیں۔ 88 ارب روپے 15-2014ء میں پورے پاکستان میں تقسیم ہوئے گوکہ یہ غربت کی بنداد پر ہونے چاہیے تھے لیکن بلوچستان کو صرف تین ارب روپے ملے۔ گوکہ بلوچستان کو سو شیل سیفٹی نیٹ سے یہ میرے پاس سارے detailed figures پڑے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ خشک سالی کی جب ہم بات کرتے ہیں۔ ہم آٹا، کچھور، ٹینٹ نہ مانگیں، ہمیں مانگنے کا بھی طریقہ سیکھنا چاہیے کہ ہم اپنا due right مانگیں۔ مزید برآں بینظیر انکم سپورٹ پروگرام اسکیم سے 15 ارب روپے تمام علاقوں میں متاثرین کیلئے مختص کیے جائیں تاکہ کم از کم آپ کو 88 ارب روپے پچھلے تھے، ابھی سوارب کے فریب ویسے ہی بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کے بن جائیں گے۔ تو 15 ارب وہ کم از کم 15% ہماری آفت زدہ اور خشک سالی کے حالات کو مدنظر رکھ کے دیں۔ تو یہ

قرارداد، میرے خیال میں کوئی بھی ایسی بات نہیں۔ اگر اس کو ہم قبول کر لیتے ہیں اس کو بنیاد بنا کے ہم آپ کیسا تھا اسلام آباد پر سوں جانے کیلئے تیار ہیں کہ اس صوبے کو اس مصیبت سے نکال دیں، بجائے پندرہ میں دن انتظار کرنے کے۔

میر جان محمد خان جمالی: صرف بجلی کے مسائل، خنک سالی کے مسائل، ہمارے بلوچستان کے صوبے کی جو حرف تلفی ہو رہی ہے جیسے زیرے صاحب نے کہا سی پیک میں حق تلفی ہو رہی ہے۔ دوسرے معاملات میں حق تلفی ہو رہی ہے۔ اپنا لانگ ٹرم باتیں کرنی ہیں جیسے آپ کے اسد بلوچ صاحب نے کہا۔ جناب اسپیکر! اس وقت تو آپ کو اپنا ساتھی ہمسایہ صوبہ پانی بھی نہیں دے رہا ہے۔ نہری پانی نہیں دے رہا ہے۔ جو آپ کے settled علاقے ہیں وہاں سے لوگ نقل مکانی کر کے جا رہے ہیں شہروں کی طرف۔ اور یہاں بات ختم ہوتی نہیں۔ آپ کے تو سطح سے ثناء بلوچ صاحب! یہاں میں بنائے اسلام آباد والے ہیں اپنا کچھی کینال مکمل کریں۔ پٹ فیڈر کو بحال کریں کیہ تھر سندھ سے پانی لے کے دیں، جب ہمارے ساتھ زیادتیاں ہوتی ہیں۔ اپنے ایک تو ایک نیشنلی اسکیوں میں ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے within پاکستان اُس کا بھی تدارک ہو۔ یہ سارا اس کی وجہ سے بھی ہمارا مسئلہ ہے یہ بجلی تو within پاکستان آپ کیلئے مسئلہ بنا ہوا ہے ان کی وضاحت ہونی چاہیے جلدی میں ایک قرارداد لے آئیں۔ ابھی ریکووڈ یشن کریں، دو دن کے بعد اجلاس بلاک، پھر اسی قرارداد پر مفصل بات کر کے ختم کریں ابھی دستخط کریں ریکووڈ اجلاس کیلئے اسپیکر صاحب کے پاس جمع کرائیں۔ چوبیس گھنٹے، اڑتا لیس گھنٹے میں۔ اس میں جلدی نہیں کریں پلیز۔

سلیم احمد کھوسہ (وزیر محکمہ داخلہ و قائمی امور اور پی ڈی ایم اے): اگر آپ کرنا بھی چاہتے ہیں تو کر لیں، کوئی مسئلہ نہیں ہے بلوچستان کا معاملہ ہے بالکل drought ہے، ہم آپ کیسا تھا ہیں۔ ہم اس پر already ہتھ زیادہ کام کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی بھی دورائے نہیں ہیں کہ ہم خدا نخواستہ اس قرارداد کی کوئی مخالفت کریں گے۔ بالکل ہونا چاہیے لیکن صرف کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح جمالی صاحب نے کہا کچھ اس طرح کے معاملات ہیں۔ جس طرح آغا صاحب نے بھی فرمایا کہ اتنی زیادہ بھی ڈیماڈ نہ کریں کہ اگلے پورے بھی نہ کر سکیں۔ تو ان چیزوں کو تھوڑا دیکھ کر اگر ڈرافٹ بنایا جائے تو بہتر ہے۔ اگر اسمبلی چاہتی ہے کہ یہ قرارداد ابھی پاس ہو تو پیش کر لیں، مجھے کوئی اعتراض ہے نہ ٹریشری پیچزر کوئی اعتراض ہے۔

انجیسٹر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! قرارداد کو پاس کریں اور اس کی نوک پلک کو ہم آپ پیٹھ کے آپس میں درست کر لیں گے۔ ہو سکتا ہے کیوں نہیں، گھر کی بات ہے، بہت سارے آپ لوگ بعد میں کرتے ہوں

تو--- (مداخلت شور) ابھی کر لیں ابھی اس کی نوک پلک درست کر لیں۔

سردار محمد صالح بھوتانی (وزیر خوراک اور قانون و پارلیمانی امور): ہم اس قرارداد کو مکمل سپورٹ کرتے ہیں، پورے بلوچستان میں drought ہے لیکن میری معزز اکیفین سے درخواست ہے کہ جلد بازی میں کوئی چیز کرنے سے اگر تھل سے کرائے جائیں تو اچھا ہے۔ دو دن بعد ہم اس اسمبلی کا اجلاس ریکووڈ کرتے ہیں۔ اس میں اس قرارداد کو مل بیٹھ کے لاتے ہیں تاکہ ایک سنجیدہ طریقے سے لائیں۔ اگر جلدی ہے ہمارے نوجوان اپوزیشن والے، کیونکہ ثناء صاحب نوجوان ہیں، ان کو بہت جلدی ہے۔ میرے پیارے دوست ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اس کو پاس کر دیں۔ پھر اس کے خدو خال اگر پورے نہیں ہوئے پھر ذمہ داری ثناء صاحب کی ہوگی، ہماری نہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ تب تک کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں تب تک آپ ڈرافٹنگ کر دیں۔ جناب نصراللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنے توجہ دلا و نوش۔۔۔ (مداخلت)

نواب محمد اسلم خان رئیسانی: جناب اسپیکر، اس resolution پر ٹریشری اور اپوزیشن پنچر سب متفق ہیں میرے خیال میں اگر اس کو کچھ دیر اسمبلی کو adjourn کر کے آپ اس redraft کریں گے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے دونوں بیٹھ کر جو بھی ہماری تجویز ہیں ایک ڈرافٹ میں ابھی ہم پندرہ منٹ میں آپ کو پیش کر دیتے ہیں، آپ اس پر ووٹنگ کرائے اس کو پاس کر دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نواب صاحب! ہم لوگ کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں، دو محترم، ایک اپوزیشن سے، ایک بیہاں سے چلے جائیں اور جا کر بنالیں، کوئی issue نہیں ہے۔ جی زیرے صاحب!

جناب نصراللہ خان زیرے: کیا وزیر حکماء علیٰ تعلیم از راہ کرم مطلع فرمائیں گے (الف) کیا یہ درست ہے کہ جامعہ بلوچستان سے نسلک 54 کا بھر کے طباء کا بی ایڈ اور چودہ کا بھر کے طباء کا ایم ایڈ میں داخلہ کرایا ہے۔ اور کیا یہ بھی درست ہے کہ ہائی ایجکیشن کمیشن اسلام آباد کی جانب سے جاری کردہ نوٹیفیکیشن کو جواز بنا کر 2016ء کے سیشن کا بی ایڈ کا امتحان لینے سے انکار کیا جبکہ جنوری 2018ء میں ہائی ایجکیشن کمیشن اور عدالت عالیہ کی جانب سے بی ایڈ اور ایم ایڈ امتحانات لینے کی اجازت دی گئی۔ لیکن اس کے باوجود کثر و لرجامعہ بلوچستان نے نو ہزار کے قریب طباء کے امتحانات لینے سے انکار کیا ہے۔ اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ امتحانات نہ لینے کی وجہات کیا ہیں تفصیل دی جائے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی بلیڈی صاحب۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و مکملہ اطلاعات): جناب اسپیکر صاحب! توجہ دلاؤ نوٹس پر جو ہمارے بھائی نے بات کی، وہ بالکل درست ہے۔ یہ بلوچستان میں کوئی 54 کے قریب ایسے کالجز تھے جو بی ایڈ کے پروگرام کروار ہے تھے اور ایک سال کا انکا پروگرام تھا۔ اسی طرح سولہ ایسے کالجز تھے جو ایم ایڈ کا کروار ہے تھے up to 2016ء میں یونیورسٹی نے یہ feel کیا کہ یہ جو privately بی ایڈ ایم ایڈ کروار ہے ہیں، وہ the mark نہیں ہیں۔ ان کی attendance اور باقی سہولیات کا مسئلہ ہے، تو انہوں نے نوٹس لیا اور اس کو جا کے یونیورسٹی نے بند کر دیا۔ تو اُسی دوران جب بلوچستان کے جو بی ایڈ کر رہے تھے وہ جنہوں نے عدالت سے رجوع کیا اور عدالت نے ان کو حکم دیا کہ جی آپ اس مسئلے کو دیکھ لیں۔ پھر یونیورسٹی نے سینڈیکیٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ جی جو 2016ء کے سٹوڈنٹس ہیں انکے لئے انہوں نے اجازت دی اور یہ بھی کہا کہ جی آپ جو ہیں چار ماہ کے لئے وہاں آکے یونیورسٹی کلاسیں لیں۔ اب چونکہ صورتحال یہ ہے کہ انہوں نے ایک اور شروع ہو چکا ہے ایک ڈگری پروگرام، ایسوی ایٹ ڈگری اینڈ ایجوکیشن جو ایڈمنیٹری کالجز کروار ہے ہیں، جو تقریباً کوئی دوسال کا ہے، اسی طرح بے ایڈ انز یونیورسٹی کروار ہی ہے۔ تو جناب اسپیکر! جو زیرے صاحب نے بات کی واقعی ان کی بات درست ہے میں یہ معاملہ جو ہے ہائے ایجوکیشن کے توسط سے میں take up کر لونگا یونیورسٹی کے ساتھ اور ان سے میں گزارش کر لوں گا کہ as soon as possible وہ اُن کے امتحانات conduct کرائیں تاکہ یہ معاملہ حل ہو جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! جس طرح کہا گیا کہ 2016ء مارچ میں ہمارے جو کالجز تھے انہوں نے اپنی کلاسیں شروع کیں بی ایڈ کی۔ ستمبر میں جا کر کے ہائے ایجوکیشن کمیشن نے کہا کہ اس پروگرام کو بند کیا جائے آنے والے سال۔ چونکہ ہمارے کالجرنے مارچ میں یہ شروع کیا تھا چھ سات ماہ انہوں نے کلاسیں لیں۔ پھر یونیورسٹی نے دوبارہ letter لکھا ہائے ایجوکیشن کمیشن کو۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے کہ ان نو ہزار طلبہ سے آپ امتحان لے لیں چونکہ انہوں نے کلاسیں لی ہیں۔ پھر یونیورسٹی نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ پھر یہ طلباء اور کالجز کی جوان تنظامیہ تھی وہ گئے ہائی کورٹ۔ ہائی کورٹ نے جناب اسپیکر صاحب! کوئی پانچ میں 2018ء یا سات میں 2018ء کو hearing ہوئی، ہائی کورٹ میں انہوں نے فیصلہ دیا اس میں کنٹرول آف ایک برائیشن یونیورسٹی کے جو ہمارے کنٹرولر صاحب ہیں انہوں نے نے وہاں commit کیا ہے۔

The Controller of Examinations stated that the due of the M.A. examination 2016 for the students of the Affiliated Colleges would be announced within a week. And hopefully the date would be just after the Eid holidays. The Controller further added that the same procedure would be adopted for the examination of the B.Ed. 2016 Session.

اب مئی میں کنٹرولر صاحب نے ہائی کورٹ میں انہوں نے کہا ”کہ ہم ایک ہفتے کے اندر اس امتحان کو conduct کریں گے۔“ مئی آج نومبر جارہا ہے۔ پانچ ماہ ہو گئے ابھی تک کنٹرولر صاحب نے یونیورسٹی نے کیوں امتحان نہیں لیا؟ نو ہزار طلبہ بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر اسی فیصلے میں ہائی کورٹ نے decision لیا ہے، اُسی date کو، مئی میں۔ آنzelbel ہائی کورٹ کہہ رہی ہے۔

Thus in view of the above, the Affiliatd Colleges must provide the lists of the candidagtes for the both examinations M.Ed and B.Ed. Session 2016 within one week .

انہوں نے کہا کہ آپ ایک ہفتے کے اندر اس کی لسٹ آپ دے دیں۔ انہوں نے ایک ہفتے اندر اپنے سٹوڈنٹس کی لسٹ دی۔ لیکن آج نومبر میں وہ نو ہزار طلباء بیٹھے ہوئے ہیں انتظار کر رہے ہیں امتحان یونیورسٹی نہیں لے رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کم از کم دس گیارہ کروڑ روپے یونیورسٹی کو جمع ہو گئے امتحانی فیس ہیں اور دیگر فیس ہیں۔ میری استدعا آپ سے یہ ہے جناب اسپیکر صاحب! کہ آپ کنٹرولر صاحب کو جسٹر ار کو یا اس چانسلر کو کل بیہاں بلا لیں منشہ صاحب! ہائی رائج یونیورسٹی صاحب بھی تشریف فرمادیوں گے، ہم بھی آجائیں گے۔ وہ جو کالجز کے لوگ ہیں، وہ بھی آجائیں گے تاکہ سامنے بیٹھ کر کے اُن سے ہم date لے لیں۔ آج بھی انہوں نے کہا ہے کہ انہوں نے جو جواب دیا ہے ”کہ ہم امتحان لینگے“، کب لیں گے چھ ماہ سے تو وہ کہہ رہے ہیں میری آپ سے استدعا ہو گی منشہ صاحب! اگر میری تائید کریں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ کل آپ یونیورسٹی کے کنٹرولر کو آپ بلا لیں، یا وہ اس چانسلر صاحب یا رجسٹر ار صاحب تاکہ اُن سے ہم date لے لیں تاکہ یہ معاملہ ختم ہو سکے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ، ترین صاحب یہ توجہ داؤ نہیں ہے اس پر صرف محکم بات کرتے ہیں اور یہ زیادہ بہتر رہیگا۔

وزیر حکومتہ عالیٰ تعلیم و اطلاعات: جناب اسپیکر صاحب! میں فائل کرتا ہوں، ترین صاحب ذرا۔۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ترین صاحب! آپ بیٹھ جائیں، منشہ صاحب اس پر اپنا وہ موقوف پیش کر دیں۔

وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: اسد صاحب! اس پر آپ کچھ بولنا چاہر ہے ہیں؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اسد صاحب۔

میرا سداللہ بلوچ (وزیر مکملہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل اینجیکوئیشن): جناب اسپیکر صاحب! کچھ ایسی چیزیں ہیں ہمارے بلوچستان ہائی کورٹ یا مرکز میں جو ہمارا سپریم کورٹ ہے۔ ٹریٹری ٹینچ نے کبھی ایسی، اُس عمل کے خلاف ایسا عمل کبھی نہیں کیا ہے جو کہ contempt of court ہو۔ ہم ٹریٹری کی جانب سے، بہتر ہے منشی صاحب بات کر سکتے ہیں، یہ یقین دلاتے ہیں کہ آزنیبل کورٹ نے جو decision دیا ہے اُس پر من و عن عمل ہوگا۔ اور جو انکاری ہیں اُن سے ضرور پوچھ گچھ کی جائیگی، یہ موقوف ہے اور اس پر علمدرآمد ہوگا۔ نوہزار طالب علم بلوچستان کے ہیں، ان کی وجہ سے اُن کا سال ضائع ہو رہا ہے۔ جو بندہ اگر اس کو delay کرنا چاہتا ہے وہ بلوچستان میں تعلیم دشمنی کے زمرے میں آتا ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم نہیں چھوڑیں گے کہ وہ اس گورنمنٹ کو بدنام کریں اور اپنی من مانی کریں، شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ اسد بلوچ صاحب۔ جی۔

وزیر مکملہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: جناب اسپیکر! اس کو conclude کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! جس طرح زیرے صاحب نے اور اسد صاحب نے بات کی، ہم سب کاموٰ قف ایک ہی ہے کیونکہ ہمارے ہی پنج ہیں، اُن کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ تو اس میں ان کی طرف بڑی اچھی ایک تجویز آئی کہ وہی سی یا کنٹرولر یا رجسٹر ار کو، آپ روئنگ دیں، اُن میں سے کسی کو بلا لیں، ہم بیٹھ کے اس کا معاملہ طے کر لیں گے۔ اور ان سے final date لے لیں گے۔ اس میں مجھے being higher education Minister مجھے کوئی اعتراض نہیں اگر آپ کوئی روئنگ دیں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ، جی آغا جان! آپ مختصر کریں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جناب اسپیکر! عمومی طور پر اگر دیکھا جائے تو بلوچستان کی تعلیمی حالت بہت پسماندہ ہے اور لیوں بہت نیچے گر گیا ہے، ڈگریاں لوگوں کے پاس ہوتی ہیں لیکن علم نہیں ہوتا۔ اور مجھے تو یہ تعجب ہے کہ پہلے تو انکو اجازت دی گئی تھی یہ 54 جو کالج ہیں جن کی تفصیل نہیں دی گئی ہے کہ یہ پرانیویں کالج ہیں یا گورنمنٹ کے کالج ہیں، اس پر confuse کر کے رکھا ہوا ہے جو کہ 54 کالج میں جاری ہے، انہی نجی کالجز ۔۔۔ (مداخلت) سولہ لکھ ہوئے ہیں۔ تو اس کے ساتھ نہیں لکھا ہے۔ تو یہ نجی کالج کو اگر انہوں نے شروع میں اجازت دی کہ آپ بی ایڈ اور ایم ایڈ کرائیں۔ اور اُس کے بعد ہائی اینجیکوئیشن نے اس پر پابندی لگادی۔ لیکن اُس

پر پابندی کے بعد انہوں نے اجازت دے دی کہ امتحانات لے لیں۔ تو پھر یہ اس پر کون سی آفت آگئی ہے کہ یہ نوہزار افراد کے امتحانات کو delay کر دیا گیا ہے۔ یہ تو بڑی تشویش کی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر accountability ہوئی چاہیے۔ صرف یہ ہی نہیں کہ امتحان لیا جائے بلکہ اگر اس طرح کھلیلا جائے طلباء کی زندگیوں سے کہ کبھی ان کو داخلنیں دیئے جاتے اور پھر سال دو سال ان کو پڑھاتے رہو یا نہیں پڑھاتے رہو۔ کالج میں تو بلاستے ہیں فیصلیں تو ان سے لیتے ہیں۔ پھر امتحان کے وقت جب ان کو اجازت مل گئی ہاڑا بجکشنا سے بھی اور ہائی کورٹ سے بھی تو پھر حیلے بہانے اس کی تو کوئی وجہ نہیں بنتی۔ اس کو تو میرے خیال میں they must be taken to task جو بھی کچھ ہو۔ تو اس میں گزارش ہے کہ آگے انہوں نے اتنا confuse کر کے رکھا ہوا ہے کہ 2016ء میں جن طلباء کے امتحانات آیا بروقت ہوں گے۔ اور یہ جو طلباء بی ایڈ اور ایم ایڈ کر رہے ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟ تو اس پر گزارش ہے کہ واس چانسلر کو بلا یا جائے۔ اور یہ جو جو لوگ اسیں خلل ڈال رہے ہیں ان کو بلا یا جائے۔ اپوزیشن اور گورنمنٹ کی طرف سے تین، چار بندوں کو لیا جائے، کمیٹی بنائی جائے اُس کے بعد آپ کے دفتر میں بیٹھ کے یہ سارے معاملے trace-out کیا جائے، شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بہت شکریہ آغا جان! اس پر تو میرے خیال سے مزید بحث کی گنجائش نہیں ہو گی کیونکہ کل اس سے متعلق متعلقہ آفیسرز کو۔۔۔ (مداخلت) جی صدقیقی صاحب۔

جناب عبدالواحد صدقیقی: یہ جو پہلے بی ایں اور ایم ایں کی بات ہوئی تھی، وہ مسئلہ ابھی تک اٹکا ہوا ہے، وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہمارے پیچے اور بچیاں ہیں، جن کے دوسسرے ہو چکے ہیں لیکن یہاں ذمہ دار ساتھیوں نے ذمہ اٹھایا تھا لیکن آج تک اُس کا کوئی حل نہیں نکلا۔ اگر اس مسئلے کو بھی اسی طرح اٹکا یا جائے، صرف اس سیشن کا گزارنا ہے تو میرے خیال میں بہتر یہ ہو گا کہ واس چانسلر کو، وہ آسمان سے نہیں آیا ہے، انکو بلا لیں، انکو بھادریں، بچوں کے اس پوزیشن سے انکو آگاہ کر دیں۔ ان کے دو سال پہلے ضائع ہو چکے ہیں۔ مزید بھی ان کو اٹکائے رکھا ہے۔ اگر اس نے یہاں کلاسیزی ہیں تو پھر بی ایڈ اور ایم ایڈ کے امتحانات لینے میں کیا دقت ہے، لے لیں۔ تو میرے خیال میں بہتر یہ ہو گا کہ واس چانسلر کو ادھری بلا یا جائے اُن کو بٹھایا جائے، اُن کو سنایا جائے۔ اور اس مسئلے سے اُن کو آگاہ کیا جائے۔ جس میں اپوزیشن اور گورنمنٹ کی، دونوں طرف سے بندے ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی، جی، دونوں طرف سے ہوں گے صحیح ہے۔ شکریہ۔

جناب احمد نواز بلوج: جناب اسپیکر! اس میں ہمارے بلوچستان کے نوہزار پیچے اور بچیاں جس میں ہمارے

خصوصاً وہ اساتذہ بھی اس امتحان میں appear ہوتے ہیں جو ایم ائی اور بی ایڈان کے آگے پر موشنز بھی رکھتے ہوئی ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اسکو، کنٹرولر صاحب ایک ایسا فرعون ہیں، میں اسکو فرعون کہوں گا کیونکہ وہ اکیس گریڈ کا ہے، میں اگر یہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ تو اس کو یہاں آنا چاہیے۔ یہ اسمبلی ہے وہ اسمبلی سے بالا نہیں ہے وہ آکر ہمیں بتائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہیے، پرسوں کے لئے ان کو بلا لیتے ہیں۔ اس میں سے پھر دو تین اپوزیشن کے، جی جی پرسوں کے لئے ان کو بلا لیتے ہیں، جی مٹھا خان صاحب! آپ کس بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب مٹھا خان کا کڑ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ لا یو اسٹاک): جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں لا یو اسٹاک کے محکمہ کو پچھلی حکومتوں میں بہت نظر اندازہ کیا گیا تھا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسکے لئے، کیونکہ بلوچستان میں آپ کو پتہ ہے ایک توبارشیں نہیں ہوتیں، قحط سالی ہے، قحط سالی کے باوجود لا یو اسٹاک کو، آپ کو پتہ ہے ختم ہو رہا ہے۔ ہم مرکز کو یہ درخواست پیش کرتے ہیں کہ لا یو اسٹاک کے بارے میں ہمیں خصوصی ایک فنڈ دیا جائے تاکہ لا یو اسٹاک محکمہ بحال ہو جائے، شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مٹھا خان صاحب!، وزیر صاحب اعلیٰ صاحب میرے خیال سے آپ کی اپنی پارٹی کے ہیں تو اچھا وفاق سے مانگ رہے ہیں، پھر صحیح ہے۔

محترمہ شکریہ نوید نور قادری: جناب اسپیکر صاحب! میں اس ہاؤس کی توجہ چاہوں گی۔ یہ اصل میں کیونکہ اب جیسے یونیورسٹی آف بلوچستان کی بات چلی ہے اور جسٹرار وغیرہ یہ 2014ء میں لیکچررز کی کچھ پوزیشنز انہوں نے announce کی تھی، 2014ء کی بات ہے۔ لیکن ابھی 2018ء ہو گیا، 2017ء میں جب سلیکشن بورڈ بیٹھا تو مختلف ڈیپارٹمنٹس میں انہوں نے appointments کر دیں۔ لیکن انہوں کے ساتھ مجھے آج بھی کہنا پڑ رہا ہے کہ دسمبر 2017ء میں براہوی ڈیپارٹمنٹ میں جو لیکچرر select کئے تھے، وہ آج تک appointments کے منظر ہیں۔ یعنی آج تک انہیں appointment letters نہیں دیے گئے۔ تو میری آپ سے، اس ہاؤس سے اور گورنر صاحب سے گزارش ہے کہ وی سی اور جسٹرار سے ذرا اس بات کی کہ آپ ایک دم سے ہمارے ایک محترم یہاں اس ہاؤس کے شخص تھے، ان کی بیٹی کو لیکچرر، لیکچرر سے اسٹنسٹ پروفیسر، یعنی پروفیسر تک ایک ہی دن میں اتنی promotions انکو دی گئی لیکن جو needy لوگ ہیں، جو بچے ہیں، جو لیکچرر بنے ہیں اور وہ بھی صرف براہوی ڈیپارٹمنٹ کے، ان کو اب تک کیوں اپوئیشنz لیٹر نہیں

دیے گئے ہیں؟ ان کا کوئی ذاتی مسئلہ ہے یا کیا؟ kindly اس پر آپ وی سی اور جسٹیس آئیں گے، اس کو لازمی اس کا حصہ بنائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میدم اس پر 7 نومبر کو واس چانسلر آئیں گے اسمبلی، پھر آپ بھی آجائیں، یہیں ان سے پوچھ لینا۔

محترمہ شکلیلہ نوید نور قاضی: ٹھیک ہے جی Thank you so much

جناب ڈپٹی اسپیکر: 7 نومبر کو 11:00 بجے۔ ان کو بلا یا جائیگا، انشاء اللہ۔

محترمہ شکلیلہ نوید نور قاضی: جی ٹھیک ہے انشاء اللہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔ جی جی مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: جناب اسپیکر صاحب! میں وفاق سے درخواست کروں گا کہ پچھلے 70 سالوں کے بعد نیشنل بینک آف پاکستان میں بلوچستان کے ایک مقامی فرد کو ایکنگ پریزیڈنٹ کا چارچ سونپا گیا ہے، لہذا اسکو permanent کیا جائے۔ وہ باہر سے پڑھے لکھے ہیں USA سے پانچ سال کا کورس کرچکے ہیں۔ بلوچستان کے زوئی ہیڈ بھی رہ چکے ہیں۔ اور ہمارے لوکل ٹریڈرز کو پرموشن کا بھی موقع ملے گا۔ اور بلوچستان میں جو foreign employment ہیں بینکوں کیا سمیں بھی بلوچستان کے لوگوں کو وہ کھپا سکتے ہیں۔ لہذا اس ہاؤس کی طرف سے یہ درخواست ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مینگل صاحب۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: میر نصیب اللہ مری صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ یورونی ملک جانے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ملک نعیم بازی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ تجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان اچنڈی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میرضیاء اللہ لانگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کونٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: جناب عبدالحالق ہزارہ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کونٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر ہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: میراختر حسین لانگو صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: جناب نائیں جانسن صاحب نے ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: ڈاکٹر ربانہ خان صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسبلی: محترمہ شاہینہ صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

محترمہ بشری رند صاحب، رکن اسبلی آپ تو اعدوان ضباط کار بلوچستان صوبائی اسبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت بلوچستان صوبائی اسبلی میں خواتین caucus کے قیام سے متعلق تحریک پیش کریں۔

خواتین caucus کے قیام سے متعلق تحریک

محترمہ بشری رند: «سم اللہ الرحمن الرحيم۔ شکر یا اسپیکر صاحب! میں بشری رند، رکن، بلوچستان صوبائی اسبلی، تو اعدوان ضباط کار بلوچستان صوبائی اسبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 180 کے تحت ذیل قرارداد کی بابت

تحریک پیش کرتی ہوں۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کی خواتین کو سماجی، سیاسی و معاشری، مساوی موقع میسر نہ ہوں۔ لہذا بلوچستان صوبائی اسمبلی خواتین کی فلاح و بہود کے لیے ایک پارلیمنٹی caucus برائے خواتین کا قیام عمل میں لائے تاکہ اس اہم مشن کی تکمیل میں ایک سرگرم فورم کی حیثیت سے وہ اپنا بھرپور کردار ادا سکیں، شکریہ۔۔۔ (مداخلت) جی۔ یہ کاس تین صوبوں میں ہے اور ہمارے پاس اس وقت یہ ایکشن میں نہیں ہے، کام نہیں ہو رہا ہے۔ یہ ایک کاس مل کے خواتین جو ہیں اپنے مسائل، اپنا بیٹھنا اپنا ایک سٹم چلائیں گی اس کو کاس کہتے ہیں۔ اس میں ساری خواتین کے نام ہیں، چاہے وہ اپوزیشن کی ہیں چاہے ہم ہیں، یہ تمام خواتین اس میں شامل ہیں۔

محترمہ شکیلہ نوید نور قاضی: ہم خیال گروپ ہو آغا صاحب! جو caucus definition ہے کی۔ اس میں کوئی اپوزیشن کوئی دوسرا نہیں یعنی ایک ہی طرز کے لوگ ہوں جو different جتنے بھی issues آتے ہیں، ان کو ایک ساتھ بیٹھ کر tackle کریں اس caucus کا باقاعدہ ایک چیئر پرسن ہوتا ہے۔ اور اس کی selection کا بھی میں پڑھتی ہوں 180 کے تحت کس طرح اس کی caucus ہوتی ہے۔۔۔ (مداخلت) ہم خیال گروپ۔ اس کو یعنی انگلش کا ایک word ہے۔ اگر آپ اس کو دیکھیں نا۔

وزیر حکومتہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: caucus میں پارٹی میٹنگ ہوتی ہے۔ it is basically a word ہے۔ ایک مباحثتی کمیٹی۔ یہ امریکین انگلش word ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا تحریک منظور کی جائے؟ آواز نہیں آئی آپ لوگوں کی۔ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان صوبائی اسمبلی میں خواتین caucus کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ کوئی بھی رکن اسمبلی آپ قواعد و انصباباً کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء قاعدہ نمبر 180 کے تحت بلوچستان صوبائی اسمبلی میں اقیتی caucus کے قیام سے متعلق تحریک پیش کریں۔ اقیتی آج میرے خیال سے نہیں آئی ہوئی ہیں۔ نہیں کوئی بھی کر سکتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ لوگ ہوں۔ اچھا چلیں اسے ڈیفر کیا جاتا ہے۔

آیا محترمہ بشری رند صاحبہ، رکن اسمبلی کو یونیورسٹی آف بلوچستان کے سنڈیکیٹ کے لیے ممبر منتخب کیا جائے؟ آواز نہیں آئی آپ لوگوں کی۔ تحریک منظور ہوئی۔ محترمہ بشری رند صاحبہ، رکن اسمبلی کو یونیورسٹی آف بلوچستان کی سنڈیکیٹ کے لیے ممبر منتخب کیا جاتا ہے۔

وزیر حکومتہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: جناب اسپیکر! بشری رند صاحبہ کو ممبر nominate کرنے کی آپ نے منظوری

دی۔ چونکہ اسمبلی کا انتخاق ہے لیکن ہائی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میرے پاس ہے۔ تو خیر میں خود ہی بشری رند کو nominate ہی کر دیتا لیکن چونکہ مجھے ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو آپ لوگوں کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ اس تحریک کے بارے میں نہ مجھے پتہ ہے نہ میرے ڈیپارٹمنٹ کو پتہ ہے، یہ آپ لے آئے ہیں، اور آپ نے approve کر دیا ہے یہاں تو اس ۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں یہ تو اسمبلی کا کام ہے ڈیپارٹمنٹ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

وزیر یحکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: تو پھر بھی چونکہ یہ issue یونیورسٹیز کا ہے تو اس میں تو ہمیں تو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ مجھے اتنا تو پتہ ہوتا کہ کون جارہا ہے، کیسے جارہا ہے، کس طرح جارہا ہے؟۔ خیر بشری رند صاحب جو ہیں انہائی قابل اور deserving شخصیت ہیں اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن ہمیں اس پر اعتماد میں لینا چاہیے تھا، آئندہ کے لیے مہربانی کر کے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اب اُن کو منتخب کر دیا گیا ہے آئندہ انشاء اللہ آپ سے تھوڑا۔۔۔ (مداخلت)

وزیر یحکمہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات: باقی بھی یونیورسٹیز ہیں، یو ٹی یونیورسٹی بھی ہے باقی چھ سات یونیورسٹیز ہیں انکے لیے سینڈیکیٹ کامبر، آپ نے منتخب کرنا ہے تو براہ کرم ہمیں اعتماد میں لے لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلیں صاحب! وہ پھر اسپیکر کریگا۔ اُس سے پھر اسمبلی کا بھی کوئی وہ نہیں ہو گا۔ جی شاء بلوج صاحب۔

جناب شاء اللہ بلوج: شکریہ جناب اسپیکر! جس طرح کہ آپ کی ہدایات اور تمام دوستوں کی اپوزیشن اور ٹریئری پیچھے کے ممبران کی اسی خواہش کے مطابق قرارداد پر ہم نے تھوڑی سی اس کی نوک پلک درست کیے ہیں اُس میں خواہش یہی ہے کہ اللہ کرے کہ وفاقی حکومت ہماری اس قرارداد کو آئین کی روح کے مطابق اس کو respect دیں اور اس کو follow بھی کرے اور اسکے لئے بعد میرے خیال میں حکومتی ارکین مل کے کوئی کمیٹی یہاں بنالیں تو اچھی بات ہے۔ مشترکہ قرارداد کا جو متن ہے کہ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ تمام ملکی اور عالمی اداروں کی رپورٹ کی روشنی میں بلوچستان میں جاری کئی سالوں سے خشک سالی کے پیش نظر بلوچستان کو آفت زدہ قرار دے کر اور صوبہ کی تباہ حال معیشت اور غربت کے پیش نظر صوبہ کے تمام زمینداروں کے زرعی قرضے اور بجلی کے واجبات ختم کر کے صوبہ بھر میں بجلی کی اٹھارہ گھنٹے فراہمی کو ممکن بنایا جائے۔ مزید برآں خصوصی زرعی پیچ اور بلا سود قرض کی فراہمی کو بھی یقینی بنا جائے اور اس سلسلے میں بین الاقوامی اداروں سے یعنی یونائیٹڈ نیشن اور دوسرے جو بھی جو drought کے سلسلے میں مدد کر سکتے ہیں، بین الاقوامی اداروں سے

امداد طلب کی جائے۔ علاوہ ازیں ہر ضلع میں قلت آب اور خشک سالی کے شکار علاقوں میں عوام کو پینے کے پانی کی فراہمی کے لئے تین ہزار سول پاور و اسٹریپلائی اسکیم فراہم کیتے جائیں۔ اور مزید ڈیموں کی تغیر کیلئے بھی صوبہ کیلئے فنڈ رخصس کیتے جائیں نیز خشک سالی سے متاثرہ علاقوں میں مال مویشی کے سنٹر زکوفعال کر کے ادویات اور ان کے لئے خوارک فراہم کیتے جائیں۔ خشک سالی سے متاثرین کے لئے پیاظر انکم سپورٹ پروگرام اسکیم سے پندرہ ارب مختص کیے جائیں۔ بلوچستان کے نہری علاقوں کو اسرا indus saver system سے فارمولہ کے تحت کاشنکاری کے لئے پانی کی فراہمی کو ہر صورت میں ممکن بنایا جائے۔ اور عرصہ دراز سے جو حق تلفی کی گئی ہے اسکا بھی ازالہ کیا جائے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ آیا ایوان میں متفقہ قرارداد کو منظور کیا جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ ایوان کی متفقہ قرارداد کو منظور کیا جاتا ہے۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)

جناب نصراللہ خان زیریے: وزیر داخلہ صاحب نے یہاں پچھلے اجلاس میں۔۔۔ (مدخلت۔شور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: قرارداد پاس ہو گئی۔ میرے خیال سے کمیٹی کی ابھی گنجائش نہیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر صاحب! جناب وزیر داخلہ صاحب نے on the floor پچھلے دنوں ہمیں ایک بات کی لیتین دہانی کرائی کہ ہزار گنجی سبزی منڈی میں جو مسئلہ چل رہا ہے اس کیلئے ایک کمیٹی notify ہو گی۔ آیا وہ کمیٹی ہو گئی یا نہیں؟

وزیر حکومہ داخلہ و قبائلی امور و پی ڈی ایم اے: کل پرسوں تک انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائیگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی۔

ملک نصیر احمد شاہوی: میرے خیال میں اس ایوان میں آج سے کئی سال پہلے اس قسم کے ایسی سینکڑوں قراردادیں ہم نے منظور کیتے ہیں۔ یہ یہیں سی جگہ پڑی ہوں گی۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اسکو آگے لے جانے کیلئے، اسکو pursue کرنے کے لیے یہاں اس فلور پر ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جب تک ہم ایک مشترکہ کمیٹی نہیں بنائیں گے اس مسئلہ کو آگئے نہیں لے جائیں گے۔ پھر یہیں اسکا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس میں اراکین سے رائے لیتے ہیں کہ کمیٹی تشکیل دی جائے کہ نہیں؟ جمالی صاحب! آپ بھی کہتے ہیں کہ دی جائے۔

میرا سداللہ بلوچ (وزیر مکمل خوارک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن): یہ ٹریڑریے جو ہمارے دوست ہیں اس پر ہمیں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ متفقہ طور پر قرارداد پاس ہوئی ہے۔ ہم جب اسلام آباد اس

قرارداد کی روح کے حوالے سے جائیں گے تو اپوزیشن کے دوستوں کو ساتھ لیکر جائیں گے۔ یہاں کمیٹی کی ضرورت نہیں۔ انکو لے کر جائیں گے انشاء اللہ وہ بھروسہ کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں صحیح ہے۔ جی شناع صاحب۔

جناب شناع اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح محترم اسد صاحب نے کہا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے ”کہ جب اسلام آباد جائیں گے تو ہم اپوزیشن کو ساتھ لیکر جائیں گے“، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ پیغام اس قرارداد کے ساتھ اس اسمبلی کے فلور سے آج جانا پاہیے کہ ہم اس معاملے میں بہت سنجیدہ ہیں۔ اور اس میں ہم کوئی دس رُکنی کمیٹی جو بنائیں گے۔ اُسکے clear-cut terms of reference ہوں گے۔ اور حکومتِ بلوچستان اس کمیٹی کو facilitate کر گی۔ کیونکہ اس میں جو قرارداد ہم نے پیش کی تھی۔ اس سے کوئی آٹھ سے دس ڈیپارٹمنٹس مسلک ہیں۔ بنے نظیر انہم سپورٹ پروگرام مسلک ہے۔ زرعی بینک مسلک ہے۔ پرائیم منسٹر ہاؤس، بیکرٹریٹ بھی مسلک ہے۔ نیشنل ڈائریٹریٹ مینجمنٹ جو ہماری authority ہے، وہ اس سے مسلک ہے۔ اور اُسکے ساتھ مکمل، جب وہ دوست کمیٹی میں ہوں گے تو ذمہ داری محسوس کریں گے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ دس اراکین پر مشتمل پانچ اپوزیشن سے اور پانچ ہم حکومتی سائیڈ سے لے لیں گے۔ دس ممبران پر یا بارہ ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی بنادیں۔ اور ایک ہفتہ کم از کم دن اسلام آباد میں بیٹھ کر مسلسل کوئی جدوجہداور کوشش کریں گے تاکہ ہم اسکو مشترک طور پر وہاں منظور کروساکیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے شناع بلوچ صاحب! یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس پر۔۔۔ (مداغلت)

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور و پی ڈی ایم اے: تو پوری اسمبلی اس میں چلی جائیگی۔ کمیٹی بنانے کی میرے خیال میں ضرورت نہیں ہے۔ سب اس میں شامل ہیں سب چلے جائیں گے کونسا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں شناع بلوچ صاحب! گورنمنٹ کمیٹی۔۔۔ (مداغلت) جی، جی۔

جناب اصغر خان ترین: نہیں، اس پر نظر ثانی ہوگی۔ کمیٹی سے چیزیں آسان ہوتی ہیں اس میں گھبرا نے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ کوئی ایسا issue نہیں ہے جس کو آپ اٹھا رہے ہیں۔ کمیٹی بنانے میں کیا مسئلہ ہے؟ کیا issue ہو گا اس میں؟ کھوسہ صاحب! یہ تو متفقہ طور پر منظور ہوئی ہے اس میں خراب ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ تو دس رُکنی کمیٹی، جیسے شاء بھائی نے کہا دس رُکنی کمیٹی تشکیل دی جائے اُس میں۔ اگر دو، چار دوست نہیں ہوں گے باقی تو available ہوں گے باقی تو موجود ہوں گے اس میں۔

وزیر یحکمہ داخلہ و قائمی امور و پی ڈی ایم اے: پوری اسمبلی ہم لوگ چلے جائیں گے۔ یہاں نوعیت کی قرارداد ہے۔

جناب اصغر خان ترین: پوری اسمبلی نہیں جا سکتی، کیسے جائے گی؟ یہ تو پھر ناکرنے کے مترادف ہے۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر میرے خیال سے ترین صاحب بحث نہ ہو۔ (مداخلت) آپ بیٹھ جائیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

میر ظہور احمد بلیدی (وزیر حکومہ اعلیٰ تعلیم و اطلاعات): ایوان نے اس پر سیر حاصل بحث کی۔ واقعی معاملہ genuine ہے۔ بلوچستان کے معاملے بذریع خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ قحط سالی کے حوالے سے اور اُس میں فیڈرل گورنمنٹ کی ہمیں بہت ضرورت ہو گی۔ لیکن چونکہ یہ قرارداد ابھی منظور ہو چکی ہے فی الحال کمیٹی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب دور سے سولپس آئیں گے تو انکے ساتھ مشاورت کر کے پھر ہم کوئی اس میں آگے مزید کوئی سلسلہ کریں گے۔ اب وزیر اعلیٰ صاحب نہیں ہیں اور ہم پہلے کمیٹی بنادیں۔ اس طرح عجیب سالگے گا۔ وہ leader of the House ہیں انکو کو واپس آنے دیں۔ پھر جا کرتی معاملات طے کر لیتے ہیں۔ (مداخلت)

ملک نصیر احمد شاہواني: جس پیش کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ ابھی ایک دم نہ ملنے والا ہے نہ تقسیم ہونے والا ہے کہ ہمارے دوست اس سے ڈر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس سے تو پورے بلوچستان کا فائدہ ہے۔

ملک نصیر احمد شاہواني: اگر وہ زیادہ ہوں گے تو انکو زیادہ حصہ ملے گا اصل میں یہ صوبے کا مسئلہ ہے۔ اس طرح اس قرارداد کو مشترکہ طور پر پاس کیا گیا۔ اگر اس کو اسی طرح مشترکہ طور پر یہ کمیٹی یہاں بنائی جائے تو اُس میں کیا حرج ہے؟ میرے خیال میں یہ اتنی جلد ملنے والی نہیں ہے کہ میرے دوست ڈر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے۔ اس پر میرے خیال سے ابھی قرارداد پاس ہو گیا۔ ثناء بلوچ صاحب! کمیٹی کی فی الحال ضرورت نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ صاحب بھی آجائیں گے۔ آپ لوگ پھر ان سے مل لیں اس بارے میں۔ (مداخلت)۔ نہیں یہ ایجاد نہیں ہے اس پر ہم لوگ رائے لیں۔ رائے تو ایجاد نہ پر لیا جاتا ہے۔ میرے خیال سے میں گورنر صاحب کا حکمنامہ پڑھ کر سناتا ہوں۔ رائے تو ایجاد نہ میں لیا جاتا ہے یہ تو ایک قرارداد ہے۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر! رائے لینے کا میرے دوستوں نے مشورہ دیا۔ ضرورت اس لیئے نہیں ہے کہ ہم لوگ اتفاقی رائے سے مشترکہ قرارداد پاس کریں گے۔ ہم رائے لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہاؤس اس issue پر divided ہے۔ ہم نے یہ پیغام دینا ہی نہیں ہے کہ یہ ہاؤس اس مسئلے پر تقسیم ہے۔

صرف بات یہ ہے کہ اب کمیٹی اگر بنانی ہے اُس کی ترجیح یا اُسکے اوپر message کے ساتھ بلوچستان میں اور دیگر بلوچستان کے منسلکہ جو متعلقہ ادارے ہیں اُنکے ساتھ مل بیٹھ کروہ بریف لے گا۔ پھر اُسکی ذمہ داریوں کا تعین ہوگا۔ اور پھر یہ کمیٹی ایک objective، ایک مقصد کے ساتھ اسلام آباد ایک، ڈیڑھ ماہ جائیگی۔ پھر اس ہاؤس میں آ کروہ جواب دے گی ”کہ جی یہ کمیٹی کامیاب ہوئی یا ناکام ہوئی ہے“۔ دیکھیں اگر حکومت اکیلے جائیگی ناکام ہو کر آئے گی۔ ہم اُس کو موردا از امام ٹھہرا سکیں گے۔ لیکن ہم جب دونوں ایک ساتھ جائیں گے وہاں سے ہمیں ایک روپیہ ملتا ہے۔ یا ایک سوارب روپے ملتے ہیں۔ ہم مشترکہ بلوچستان کیلئے اگر لے آنے میں کامیاب ہوئے یہ ایک بلوچستان کی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی ہوگی کہ اپوزیشن اور جوڑیزیری پیچھے ہیں وہ اکھٹے گئے۔ اور بلوچستان کیلئے کچھ حقوق کسی مدد میں لے کر آئے۔ تو کمیٹی کا کوئی مقصد نہیں۔ ہاں اگر آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کمیٹی کوئی مراعات نہ دیں صرف گورنمنٹ آف بلوچستان کی۔ اُسکی کوئی اور ذمہ داریاں نہ ہوں۔ لیکن حکومتِ بلوچستان اس پورے process کو facilitate کرے۔ اسکو ایک سہولت کارک طور پر حکومت بلوچستان وفاقی حکومت کو ایک لیٹر بھیجے کہ ہم نے ایک سنجیدہ کمیٹی بنائی ہے بلوچستان میں۔ کہ خنک سالی سے نہیں کیلئے، اُس کو حل کرنے کیلئے وفاقی حکومت کے ساتھ۔ اور یہ کمیٹی کے اراکین ذمہ دار ہونگے وزیرِ اعظم سے لیکر اُنکے ایک جوانٹ سیکرٹری لیوں کے آدمی تک بات کرنے کیلئے۔ اگر آپ کمیٹی نہیں بنائیں گے آپ کل مجھے ڈھونڈتے رہیں گے میں اپنے کسی اور کام میں مصروف ہوں۔ اپوزیشن پھر آپ کہیں گے ہم نے فون کیا تھا آپ نہیں آئے۔ وہ کہہ گا ہم اسکو ڈھونڈ رہے تھے نہیں آیا۔ اسکا problem یہ ہوگا کہ جب ہم ایک دو ماہ بعد جب آئیں گے اسی ہاؤس میں ہمارے درمیان تباہیاں پیدا ہوں گی۔ تو ان تباہیوں کو ختم کرنے کیلئے اور آگے بڑھنے کیلئے اس مشترکہ کاز کیلئے، مقصد کیلئے میرے خیال میں کمیٹی کا قیام عمل میں آنا چاہیے۔ شکریہ۔ وزیرِ حکومتِ داخلہ و قائمی امور و پیڈی ایم اے: جلد بازی ہر چیزوں میں نہ کیجائے۔ ڈرافٹ میں بھی انہوں نے کہا کہ چلیں ہم بیٹھ گئے۔ ڈرافٹ بھی بنالیا اور قرارداد بھی پاس کر لی۔ اب M.C صاحب یہاں ہیں نہیں دو دن میں آ رہے ہیں۔ بالکل کمیٹی بنالیں گے کوئی منسلکہ نہیں ہے۔ جو بھی آپ کی خواہش ہوگی ہر خواہش آپکی پوری کردیں گے۔ یہ پورے صوبے کا مشترکہ سوال ہے۔ آپ بھی اس صوبے کیلئے fight کر رہے ہیں اور ہم بھی۔۔۔ (مداخلت) جام صاحب آجائیں پھر کر لیں گے اس کیلئے۔ ٹھیک ہے؟

وزیرِ حکومت خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجنسیشن: جو ایک impression دیا گیا ہے یہاں۔ بہت اچھا

بہت خوبصورت impression ہے۔ بلوچستان کے عوام کل جب اخبار میں پڑھیں گے۔ سب خوش ہو جائیں گے کہ ان میں اتنی صلاحیت ہے کہ بہت سے مسئللوں پر قدرے مشترکہ، اکٹھے ہو کر آگے پڑھیں گے۔ دیکھیں کمیٹی اسکو متاذعہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ٹریشوری سے دو بندے لے لیں دو بندے اپوزیشن سے لے لیں۔ ہم اس اسمبلی کے فلور سے ایک مضبوط delegation لیکر اور وفاقی حکومت سے مل کر اس مسئلے پر وہاں discussion کریں گے اپنا کیس انکوس سمجھائیں گے۔ حالات کے تقاضے کے مطابق ایک delegation ہو گا ایک محمد و کمیٹی بننے کی ہم اس delegation کو کیوں خراب کرنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ اب میں گورنر بلوچستان کا حکم نامہ پڑھ کر سناتا ہوں۔

ORDER

In exercise of the powers conferred upon me by Article 109 (b) of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973, I Mohammad Khan Achakzai, Governor of Balochistan hereby order that on conclusion of business the session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorouge on Monday the 05th November, 2018.

(Mohammad Khan Achakzai) zai)

Governor of Balochistan

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک کلینے ملتی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 05:45 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

